محمد ارشد *

مکاتیبِ ندوی فضلا (سید سلیمان ندوی، سید ابو الحسن علی ندوی، مسعود عالم ندوی) بنام مولانا غلام رسول مہر

اس مقالے میں سید احمد بریلوی شہید(۶ صفر ۱۲۰۱ھ – ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ / ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء – ۶ مئی ۱۸۳۱ء) کی سوانح اوران کی تحریک اصلاح و جہاد کے احوال و وقائع کی تدوین و تحقیق کے سلسلے میں ممتاز صحافی اور مؤرخ مولانا غلام رسول مہر (۱۸ اپریل ۱۸۹۵ء – ۱۶ نومبر ۱۹۷۱ء) کے نام علامہ سید سلیمان ندوی(م ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ / ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء) اور ان کے دو نامور شاگردوں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی(۱۹۱۴ء – ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء) اور مولانا مسعود عالم ندوی (۱۱ فروری ۱۹۱۰ء – ۱۶ مارچ ۱۹۵۴ء) کے منتخب مکاتیب کا ایک مجموعہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

بیسویں صدی کے چوتھے عشرے (۱۹۳۴ء – ۱۹۳۵ء)میں مولانا غلام رسول مہر اور سید سلیمان ندوی کے مذکورہ دونوں شاگردوں نے سید احمد شہید اوران کی تحریک اصلاح و جہاد کے احوال و وقائع کو موضوعِ تحقیق و تصنیف بنانے کا عزم کیا۔ اوّل الذکر(مولانا غلام رسول مہر) نے ضروری مواد و معلومات کے حصول کے لیے اولاً علامہ سید سلیمان ندوی اور بعد ازاں ان کے مشورے سے ان کے ان دونوں شاگردوں سے، جو اس موضوع سے خاص شغف رکھتے تھے اور اس سے متعلق مواد و معلومات کا

کثیر ذخیرہ فراہم کیے ہوئے تھے، مراسلت کا آغاز کیا۔ جواب میں مولانا مہر کو مولانا مسعود عالم ندوی کی طرف سے تقریباً ایک درجن کے قریب خطوط موصول ہوئے، جب کہ سید ابوالحسن علی ندوی کی طرف سے موصول ہونے والے خطوط کی تعداد درجنوں میں ہے۔ مولانا غلام رسول مہر کے استفسارات کے جواب میں علامہ سید سلیمان ندوی (۴ خطوط) اور ان کے دونوں شاگردوں، سید ابوالحسن علی ندوی (۳ خطوط) اور مولانا مسعود عالم ندوی (۱۲ خطوط) کے خطوط کا متن درج کیا جا رہا ہے۔ مولانا مسعود عالم ندوی کے خطوط میں سے سات ان کے اپنے قلم سے ہیں جب کہ بقیہ خطوط ان کے معاونوں کے قلم سے ہیں۔ مولانا ضیق النفس کے دائمی مریض تھے اور مرض کے شدید حملے کی صورت میں لکھنے پڑھنے سے اکثر و بیشتر معذور ہو جاتے تھے۔ ایسے مواقع پر ان کی طرف سے مراسلت کی خدمت ان کے معاون انجام دیا کرتے تھے۔ ایسے خطوط کے آخر میں مولانا مسعود عالم بالعموم اپنے قلم سے مکتوب الیہ مولانا مہر کے نام ایک آدھ جملہ اور دستخط رقم کر دیا کرتے تھے۔

اس مقالے میں مندرجہ خطوط میں مذکور اعلام و اماکن اور رسائل و کتب کے متعلق حواشی و تعلیقات درج کرنے کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان مکاتیب میں درج اکثر و بیشتر استفسارات کے جوابات سید احمد بریلوی کی تحریک اصلاح و جہاد کے تینوں وقائع نگاروں (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی، اور مولانا غلام رسول مہر) کی تصانیف میں آگئے ہیں لہٰذا مرتب نے حاشیہ و تعلیقہ نگاری میں ان کی تالیفات سے بھرپور اخذ و استفادہ کیا ہے۔

اس مقالے میں درج مکتوبات کا ذخیرہ مولانا غلام رسول مہر کے صاحبزادے امجد سلیم علوی (مقیم محمد علی جوہر ٹاؤن، لاہور) کے ہاں محفوظ ہے۔ مقالہ نگار جناب امجد سلیم علوی کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے مولانا مہر کے نام سید سلیمان ندوی اور ان کے تلامذہ کے مکتوبات کی نقول فراہم کیں۔

……………………

سید سلیمان ندوی بنام مولانا غلام رسول مہر

مکتوب ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار المصنفین، اعظم گڑھ

مکرم!

السلام علیکم

یاد آوری کا ممنون۔ جس دور کی تاریخ آپ کے پیش نظر ہے اس کے متعلق آپ کی اطلاع کے لیے لکھتا ہوں کہ سب سے زیادہ اور[؟] معلومات مولوی مسعود عالم صاحب ندوی کیٹلاگر پبلک اورینٹل لائبریری پٹنہ[1] کے پاس ہے [ہیں] اور چونکہ اس تحریک کا اہم مرکز پٹنہ تھا[2]، اس لیے بعض اہم وثائق ان کے پاس ہیں اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ وہ اس دور کی تاریخ کا بڑا حصہ ترتیب دے چکے ہیں۔ اس لیے میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ اس بارے سبکدوش ہو کر کسی اور کام کو لے کر بیٹھیں۔[3]

حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا ذخیرہ اور علم سب سے زیادہ مولوی سید ابوالحسن صاحب علی ندوی کے پاس ہے اور علم میں ہے[کذا]۔ ان کی کتاب سیرتِ [سیّد] احمد شہید کا دوسرا ایڈیشن شاید آپ کی نظر سے اب گذرا ہو۔ ان کا پتہ بالفعل یہ ہے: تکیۂ شاہ علیم [کذا، علم] اللہ، رائے بریلی۔ یہی سید صاحب کا وطن اور مکان تھا۔ بہرحال مکاتیب[4] کی دوسری جلد کے بارے میں آپ مولوی ابوالحسن صاحب علی کو رائے بریلی کے پتے سے لکھیں وہ جواب دیں گے۔ آپ میرے حوالے سے لکھ سکتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مولانا ابوالکلام صاحب کے والد اس تحریک کے سخت مخالفوں [میں سے] تھے[4]، ان کے بیانات وثوق کے قابل نہ ہوں گے۔

والسلام

سید سلیمان

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ

……………………

مکتوب ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعظم گڑھ

مکرم! دام لطفہ

السلام علیکم!

آپ نے مضمون طلب فرمایا ہے، خرابیِ صحت اور ضعفِ دماغ کسی نئے کام اور نئی محنت سے[میں] مانع ہے، ایک پرانی نظم، نئے قالب میں تیار کر کے بھیجتا ہوں، آپ کو میری ''عالمانہ شاعری'' پر رشک ہے، میں اس رشک کو اور بڑھانے کے لیے خاص طور سے یہی نظم بھیج رہا ہوں۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام

سید سلیمان

۲۹ جنوری ۲۹[۱۹]ء

[پس نوشت:] جنوری کے معارف میں حضرت عائشہؓ کی عمر پر، مولانا محمد علی صاحب لاہوری کا مضمون اور میرا جواب شائع ہوا ہے۔[۶] کیا آپ اس پر کچھ لکھ کر میری محنت کی داد دیں گے؟ چند سطریں۔

....

مکتوب ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

محترم دامت الطافکم

السلام علیکم!

میں تین ہفتے سے اعظم گڑھ سے باہر اپنے وطن میں تھا، اس لیے جواب جلد نہ دے سکا۔[۷]

کارنامۂ حیدری[۸] اب معرضِ فروخت میں نہیں پرانے کتب خانوں میں موجود ہے۔

میں نے پونا دکن کالج کے کتب خانے میں دیکھا۔ بانکی پور لائبریری میں بھی ہے۔ عجیب نہیں کہ لاہور کی یونی ورسٹی لائبریری یا کسی اور دوسرے پبلک کتب خانے میں موجود ہو۔ ہمارے ہاں خود اس کا نسخہ نہیں۔

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

والسّلام

سید سلیمان

۲۰ اپریل ۲۹[۱۹]ء

....

مکتوب ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

مہر سراپا مہر دام لطفکم

السّلام علیکم!

آپ کا عنایت نامہ ایسے وقت میں ملا کہ میں بے حد مصروف تھا اور کسی نئے مضمون [کے] لکھنے کا وقت نہ تھا۔ میں معارف سے کاٹ کر آپ کے لیے ایک مضمون "عرب اور امریکہ" بھیجتا ہوں۔ اس کا نصف مضمون معارف میں ۱۵ مارچ کے بعد شائع ہوگا اور نصف ۱۵ اپریل میں۔ امید ہے کہ انقلاب میں یہ پورا مضمون ۱۵ مارچ سے پہلے ہی شائع ہوجائے گا اور گویا معارف میں اس کی نقل شائع ہوگی۔

مدت سے لاہور حاضر نہیں ہوا۔ طبع ضعیف اب سفر سے دل چراتا ہے[کذا]۔ مشتاق ملاقات رہتا ہوں۔

والسّلام

سید سلیمان

۲۶ فروری ۱۹۳۹ء

....

مولانا غلام رسول مہر بنام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

The Daily *Inqilab*

۱۴-۹-۱۹۴۴

سید صاحب محترم، دونوں گرامی نامے مل گئے۔ سوالات کے سلسلے میں زحمت فرمائی کا بہ دل ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ جزا دے لیکن یہ سلسلہ تو اب ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

(۱) سید معصوم احمد[۹] کا نام بعض جگہ محمد معصوم بھی دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ معصوم صاحب کے نام سے معروف ہوں گے۔ واقف کار جانتے تھے کہ ان کا نام معصوم احمد ہے لیکن ناواقف لوگوں نے محمد معصوم کہنا شروع کر دیا تھا۔

(۲) سید صاحب کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی اگر بالتحقیق معلوم ہو سکے تو مطلع فرمایئے۔

(۳) عام روایت ہے کہ نکاح ثانی کے سلسلے میں جن اقارب نے بی بی ولیہ[۱۰] کو راضی کرنے میں خاص حصہ لیا تھا۔ ان میں سید صاحب کی ایک خالہ بھی تھیں۔ غالباً وصایا[۱۱] میں ان خالہ صاحبہ کو بی بی ولیہ کی "محرمہ" لکھا ہے لہٰذا میں نے بہ طور خود بعض قیاسات قائم کر لیے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ان کی تصدیق ہو گئی۔

(۴) ایک سید محمد کا ذکر سفر حج کے سلسلے میں دو تین مرتبہ آیا ہے۔ مثلاً سید صاحب نے اہل و عیال کو پہلے جہاز پر بھیجا تھا۔ ان کے ساتھ سید محمد گئے تھے۔ غالباً مکہ معظّمہ میں داخلے کے وقت بھی اہل و عیال سید صاحب سے علاحدہ ہو گئے تھے اس وقت بھی سید محمد ساتھ تھے۔ اب معلوم ہو گیا کہ یہ سید ابوالليث[۱۲] کے صاحبزادے تھے۔

(۵) سید ابوالليث بڑی دیر تک مکہ معظّمہ میں مقیم رہے۔ جس شخص نے جدہ پہنچنے پر سید صاحب اور ان کے اقارب کو اس بنا پر اپنی معلّمی میں لے لیا تھا کہ تکیہ شریفہ کے حجاج کا وہی معلم ہے۔ اس کے پاس سند کے لیے سید ابوالليث ہی کا مہری مکتوب موجود تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید

صاحب جب حج کے لیے گئے تھے تو سید ابواللیث وہاں موجود تھے۔لیکن وہ سید صاحب کے ساتھ واپس نہیں آئے۔اس لیے کہ تذکرۃ الابرار[۱۳] میں لکھا ہے کہ وہ واپس آئے تو کوڑیال بندر میں وفات پائی۔سید صاحب مراجعت کے وقت اس بندرگاہ میں نہیں ٹھہرے تھے۔

(۶) کیا سید ابراہیم مرحوم (برادر اکبر سید صاحب) کی کوئی صاحبزادی بھی تھی یعنی ہمشیر سید محمد یعقوب! میں نے ایک جگہ دیکھا ہے کہ سید عبدالرحمٰن (خواہر زادہ سید صاحب) نے اپنی اہلیہ کو سید صاحب کی بھتیجی بتایا ہے۔یہ سید ابراہیم کی صاحبزادی ہونی چاہیے یا سید اسحاق کی۔

(۷) سید عظیم الدین[۱۴] کی شہادت کے بعد شیرانیوں کے ساتھ جو جنگ ہوئی تھی اس میں ملازمین کے علاوہ اقربا میں سے دو آدمیوں کی شہادت کا بالتصریح ذکر ہے ایک سید محمد اشرف دوسرے سید رحمت اللہ۔اول کو نواسۂ قدوۃ الاتقیا (شاہ علم اللہ)[۱۵] اور دوسرے کو نبیرۂ خال آنحضرت بتایا گیا ہے۔کیا سید محمد اشرف سید جعفر کے فرزند تھے اور سید اسلم کے بھائی یا سید عبدالرحیم کے فرزند تھے اور سید محمد تقی کے بھائی؟ نیز شاہ علم اللہ کے خال کون تھے جن کے فرزند سید رحمت اللہ تھے؟ اگر خال سے مراد خالو ہیں تو بیان کی ضرورت ہے اگر ماموں ہیں تو ضرورت نہیں۔

(۸) ٹونک سے نقل کا انتظار ہے نیز پشاور سے۔خدا کرے یہ نقلیں جلد پہنچ جائیں۔

(۹) سید حمید الدین[۱۶] نے سفر ہجرت کے سلسلے میں جو خط لکھے وہ واقعاتِ سفر ہجرت کے متعلق معلومات کا واحد ذریعہ ہیں۔ان میں سے دو خط منظورہ[۱۷] میں بھی منقول ہیں (غالباً ۶۰۰ سے ۷۰۰ تک) ان میں سے پہلا شکارپور سے لکھا گیا تھا دوسرا کابل سے۔شکارپور والے خط کے آغاز میں مرقوم ہے کہ اس سے پیشتر کے حالات پالی یا حیدرآباد سے لکھے جاچکے ہیں۔اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ سید صاحب ٹونک سے اجمیر، اجمیر سے پالی ہوتے ہوئے امرکوٹ (جسے سید حمید الدین نے عمرکوٹ لکھا ہے) پھر حیدرآباد سندھ گئے۔میرا خیال ہے کہ یہ خط آپ کے پاس ہوں گے۔تمام یا بعض۔بہرحال جن خطوط میں تکیہ شریفہ سے ٹونک تک یا ٹونک سے لے کر پالی تک یا پالی سے لے کر حیدرآباد و سکھر تک کے حالات درج ہوں وہ نقل کرادیجیے۔خطوط میرے پاس نہیں ہیں نہ کہیں دیکھے ہیں ان کے ابتدائی فقرے کیسے لکھوں۔

(۱۰) شکار پور سے کابل یا پشاور تک کے سفر کے حالات جن خطوں میں درج ہیں وہ منظورہ میں ہیں اگر آپ کے پاس ہوں تو ان کی نقل بھی کرادیجیے، نہ ہوں تو میں اسے یہاں نقل کرالوں گا اور ضرورت ہوئی تو آپ کو بھی بھجوا دوں گا۔

(۱۱) اجرت نقل میرے ذمے ہوگی خواہ کچھ ہو بلکہ اگر کوئی صاحب سو دو سو صفحے کی نقل کا کام دیکھ کر اسے معقول سمجھیں اور اختیار فرمالیں تو بہت اچھا ہوگا۔ اسی لیے میں نے مکاتیب منظورہ کی نقل کو بھی آپ کی نوازش سے متعلق کرنا چاہا تھا کہ ممکن ہے نقل کا زیادہ کام دیکھ کر کوئی صاحب اسے بخوشی قبول کرلیں۔ جتنے روپے مقرر ہوں مجھے لکھ بھیجیں، فوراً بذریعہ منی آرڈر بھیج دوں گا۔

(۱۲) خلاصۃ المعارف[۱۸] کی نقل مجھے مطلوب ہے نیز نکات الاسرار[۱۹] کی، لیکن ان کے لیے میں آپ کو ابھی تکلیف نہیں دوں گا۔ پہلے سید صاحب کا سیرت کا کام مکمل ہو جانا چاہیے۔

(۱۳) میرے پاس وقائع [احمدی؛ وقائع سید احمد شہید][۲۰] کا جو نسخہ ہے وہ غالباً آپ نے ملاحظہ فرمایا تھا۔ اس میں سفر مدینہ منورہ کے حالات بالکل نہیں ہیں۔ آپ کے پاس اگر یہ حالات ہوں تو ان کا خلاصہ مطلوب ہے، اس کی نقل کی اجرت بھی میرے ذمے ہوگی۔

(۱۴) آپ نے غالباً ایک سابقہ نوازش نامے میں فرمایا تھا کہ شاہ علم اللہ کے دوسرے سفر حج کی تاریخ معلوم ہے۔ وہ آپ نے کہاں دیکھی؟ مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ اس سفر میں حضرت، حرم پاک کا نقشہ کاغذ پر کھینچ لے آئے تھے اور اسی کے مطابق مسجد تکیہ شریفہ[۲۱] کی بنیاد رکھی تھی، جو ۱۰۸۳ھ میں مکمل ہوئی۔ لہٰذا یہ حج ۱۰۸۳ھ سے دو سال پہلے ہوا۔ کیا معین تاریخ بھی معلوم ہے!

(۱۵) سید حسن مثنّٰی [امروہوی، م ۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء] کا پتا اس غرض سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے اپنی کتاب میں خلفا کے حالات بیان کرتے ہوئے ان کی ایک تحریر شائع کی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ ایک صاحب نے، میں نام بھول گیا، سید صاحب کے غزوات کو نظم میں مرتب کیا تھا۔ اصل تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید حسن مثنّٰی نے وہ کتاب ملاحظہ فرمائی ہے۔ کیا آپ کی سفارش و وساطت سے سید صاحب وہ کتاب عاریتہً مجھے بھجوا سکتے ہیں؟[۲۲] مثلاً آٹھ دس روز کے لیے۔ اگر یہ

ممکن نہ ہو تو کیا یہ ممکن ہے کہ میں امروہہ چلا جاؤں اور دو تین روز میں وہ کتاب دیکھ لوں؟

خط بڑا لمبا ہو گیا، معافی چاہتا ہوں۔ لیکن دریافت طلب باتیں آپ سے نہ پوچھوں تو آخر کس کے پاس جاؤں؟

اُمید ہے مزاج عالی بخیر ہوگا۔ لکھنؤ جائیں تو برادر محترم کی خدمت میں میرا سلام شوق پہنچائیں۔

اے صبا گر بجانانِ چمن باز رسی
خدمت ما برساں سرو و گل و ریحان را

والسّلام

آپ کا

مہر

مکتوبات سید ابوالحسن علی ندوی

(۱)

مکرمی ومحترمی، استفسارات کے جوابات پیش خدمت ہیں۔

(۱) سید معصوم احمد صاحب کا نام تمام خاندانی وثائق وتحریرات میں اسی طرح ہے، محمد معصوم صحیح ہے۔

(۲) سید صاحب کی والدہ کے نام میں بڑا انتشار و اضطراب ہے۔ ابھی تک تحقیق نہیں۔

(۳) شاہ ابوسعید صاحب کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ خیرالنسا زوجۂ سید محمد مقتسم بن محمد معین و صالحہ ومریم زوجیان[کذا] سید محمد ولی و بی بی مجیبہ یہ سب سید ابواللیث صاحب کی حقیقی بہنیں تھیں۔ اس لیے بی بی ولیہ بنت سید ابواللیث صاحب کی ان میں سے ہر ایک حقیقی پھوپھی تھی۔

(۴) حافظ سید محمد صاحب سید صاحب کے ماموں زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے، مکہ

معظّمہ میں انھوں نے تراویح میں قرآن مجید سنایا تھا مٹھائی کے حسابات ابھی تک ان کے کاغذات میں ہیں(سیرۃ السادات)۔[۴۳]

(۵) شاہ ابواللیث سید صاحب کے حج سے پورے تیس(۳۰) سال پہلے انتقال کر چکے تھے۔شاہ صاحب کا انتقال ۱۲۰۸ھ میں کوڑیال بندر میں ہوا (گلشن محمودی[۴۴] وسیرۃ السادات)، معلّمین مشاہیر سے سندات لے لیتے ہیں اوران کو برسوں محفوظ رکھتے ہیں۔

(۶) سید ابراہیم صاحب کی ایک صاحبزادی بی بی عاصمہ تھیں جو سید عبدالرحمٰن کی زوجہ اولیٰ ہیں۔ دوسری شادی آپ نے مولوی سید حیدرعلی رامپوری (برادر مولوی سید محمد علی واعظ رامپوری)[۴۵] کی صاحبزادی بی بی نجم النساء سے کی۔

(۷) جی ہاں سید محمد اشرف سید جعفر کے فرزند تھے اور سید اسلم کے بھائی۔شاہ علم اللہؒ کے خال سید ابو محمد بن سید تقی عالم تھے جو امرائے شاہجہانی میں سے تھے اور شاہزادہ مراد کی نیابت میں کابل وملتان کے صوبہ دار تھے، خال سے مراد ماموں ہی معلوم ہوتے ہیں۔شاہ علم اللہؒ کے حقیقی خالو نہیں تھے اس لیے کہ آپ کے نانا سید فتح عالم کی ایک ہی صاحبزادی تھیں جو شاہ علم اللہ کی والدہ ہیں، لیکن اشکال یہ ہے کہ سید ابو محمد صاحب کے بیٹوں اور پوتوں میں سید رحمت اللہ نام نہیں ملتا۔ان کے دو صاحبزادے تھے سید مدینۃ اللہ اور سید محمد شریف (لاولد)۔نام کی تصحیح کے لیے مراجعت کی جائے۔

نوٹ:سید جعفر سید ابو محمد کے بھتیجے اور سید قطب عالم بن سید فتح عالم کے صاحبزادے ہیں۔

(۸) سید صاحب بے شک اسی راستے سے تشریف لے گئے۔ٹونک سے پالی تک اور پالی سے حیدرآباد تک کے خطوط میں آخرالذکر موجود ہے۔لکھنؤ سے ان شاءاللہ نقل کروا کر بھیجوں گا، مطمئن رہیں۔

(۱۰) آپ کو جس صورت میں سہولت ہو۔ پہلے اول الذکر خطوط نقل ہو جائیں تو یہی نقل کروا دیے جائیں گے۔

(۱۱) مجھے عذر نہیں، کسی فاضل آدمی کی تلاش میں ہوں۔ٹونک میں کوشش جاری رہے گی۔اب وبائے ہیضہ سے امن ہوا ہے۔

(۱۲) بہتر ہے۔

(۱۳) میرے پاس یہ اقتباسات نہیں ہیں۔لیکن مجھے یاد ہے کہ وقائع[۲۶] میں یہ حصہ ہے اس کے لیے بھی ٹونک سے خط و کتابت کرتا ہوں۔

(۱۴) شاہ صاحب[۲۷] کے پہلے سفرِ حج کا سنہ بھی ضمناً نتائج الحرمین میں سے معلوم ہوگیا یعنی ۱۰۷۵ھ۔بس یہی اندازہ ہے معین تاریخ معلوم نہیں۔

میں حکیم صاحب کو ان شاءاللہ لکھوں گا۔

دو چیزیں مجھے بھی دریافت کرنی ہیں:

(۱) شاہ عبدالعزیز کا جو خط منشی خیرالدین صاحب[۲۸] کے نام ہے اس میں ایک جملہ سمجھ میں نہیں آیا "یکے دستخط دانان غریب ساکنان نواحی و جوار خطہ شریف" (منظورۃ السعداء)

(۲) مولانا ولایت علی صاحب[۲۹] کی پہلی ملاقات سید صاحب سے کہاں ہوئی، وقائع سے معلوم ہوتا ہے کہ سفرِ حج میں عظیم آباد میں ملاقات ہوئی اور سوانح احمدی[۳۰] سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اشرف صاحب سے پہلے اور ان کی معیت میں نیز تکیہ پر لکھنؤ سے واپسی پر قیام رہا۔ آپ کی تحقیق کیا ہے؟

(۳) نتائج الحرمین[۳۱] کے مطلوب حصے کی نقل ان شاءاللہ پرسوں دوشنبہ یا دوسرے دن سہ شنبہ کو لکھنؤ سے ارسالِ خدمت ہوگی۔ میں اسی گاڑی سے لکھنؤ جارہا ہوں۔سید صاحب کے حلیے کا کوئی ریکارڈ کم سے کم یہاں موجود نہیں۔ٹونک سے شاید کچھ پتہ چل سکے البتہ کچھ کپڑے عم محترم سید اسمٰعیل صاحب کے پاس موجود ہیں جو ان کے دادا سید اسمٰعیل صاحب کے کپڑوں سے مخلوط ہوگئے ہیں۔ان سے کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔

بکری سمت میں غلطی ہوئی ہے۔میں نے آپ کے گرامی نامہ سے قبل حذف کردیا تھا۔

آپ کے عنایت نامے سے مزید تائید ہوئی سخت عجلت میں ہوں معافی چاہتا ہوں۔

منظورۃ السعداء کے میرے پاس رہنے کی زیادہ سے زیادہ کتنی گنجائش ہے؟

اس عریضے کا جواب لکھنؤ کے پتے پر عنایت ہو۔

علی

۳۷ گوئین روڈ، لکھنؤ

۴شوال ۱۳۶۴ھ۔

۱۹۴۴-۹-۱۴

کا جواب ۴شوال

....

(۲)

لکھنؤ

۳۷ گوئین روڈ

۶ اپریل ۱۹۵۰ء

مکرم ومحترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، آپ ہندوستان آئے بھی اور تشریف بھی لے گئے، ملنا نہ ہوا۔ان دنوں جب آپ کا قیام دہلی میں تھا میں بہت مصروف اور سفر سے قاصر تھا۔آپ اگر دوچار دن کے لیے ادھر تشریف لے آتے تو ہم سب سے ملاقات بھی ہوجاتی اور آپ کو تکیہ[۳۲] اور اس کے متعلقات بھی دکھاتے اور روز کہاں آنا جانا ہوتا ہے اور اس سفر کے امکانات روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں، ممکن ہے کہ جگہ ہو اور اس کے دکھانے والے اور قبور کا پتا دینے والے نہ رہیں۔

مشرقی اضلاع کے سفر سے کل واپس ہوا ہوں، اس سلسلے میں مولانا سید جعفر علی صاحبؒ[۳۳] کے وطن مجھوامیر (ضلع بستی) بھی جانا ہوا۔ان کے اعزہ اور خاندان سے تعلقات ہیں، انھیں کی دعوت پر جانا ہوا۔وہاں سے خط لکھنے کا ارادہ کیا تھا کہ یادگار رہے، موقع نہ ہوا۔

کل بھوپال و بمبئی جارہا ہوں، وقت بہت تنگ ہے اطمینان حاصل نہیں کہ مفصل سوالات لکھوں، سب سے ضروری بات یہ ہے کہ منظورۃ السعداء[۳۴] کے اس حصے کی نقل چاہتا ہوں جو

جنگ کے حالات اور "تفصیل ایں اجمال میاں فتح علی عظیم آبادی چنیں بیان می کند (اوکما قال) " سے شروع ہوتا ہے۔ کتاب میں جو مصارف آئیں اس کے لیے تیار ہوں۔ آپ کی اس عنایت کا مدۃ العمر احسان مند رہوں گا۔ ہم دونوں ایک بادیہ کے رہ نورد ہیں، اور خلوص کی بنا پر ان حجابات سے بلند جو ایک موضوع کے دو مصنفوں کے درمیان عام طور پر ہوا کرتے ہیں، اوّل تو نااہل و تہی دامن ہوں مگر اگر کچھ بھی ذخیرہ اور معلومات و حالات کا سرمایہ ہے تو بے تکلف پیش ہے۔ آپ کی سابقہ عنایات نے مجھے بھی اس کا عادی بنا رکھا ہے۔

اگر نقل بہت مشکل ہو (اگرچہ ناممکن نہ ہوگی) تو کیا یہ ممکن ہے کہ ۱۵–۲۰ روز کے لیے کتاب محفوظ طریقے پر بذریعہ ڈاک آجائے اور میں اس کو ایک نظر دیکھ کر اور ضروری نقل و اقتباس کے بعد واپس کردوں اس سلسلے میں ان شاء اللہ ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ کام کروں گا۔

سردست دو سوال جو اس وقت سامنے ہیں نقل کر کے بھیجتا ہوں ان شاء اللہ ۱۵ اپریل کے قریب بمبئی سے واپسی ہو جائے گی۔ توقع ہے کہ اس عرصے میں آپ کا جواب آجائے گا:

(۱) مولوی جعفر علی صاحب لکھتے ہیں "آنجناب در اواخر شعبان یا غیرہ رمضان ۱۲۳۹ یک ہزار و دو صد و سی و نہ ہجری در وطن رونق افروز شدند و درسال دیگر بتاریخ ہفتم جمادی الثانیہ ۱۲۴۱ [۱۲۴۰] [۳۵] یک ہزار و دو صد و چہل ہجری روز دو شنبہ از دولت خانہ برآمدہ عبور دریاے بستی کردہ"۔

اور مولوی حمید الدین صاحب [۳۶] اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں "تاتحریر عریضۂ ہٰذا کہ روز دو شنبہ دہم ذی الحجہ ۱۲۴۱ھ و روز عیدالضحی است …… بعد عبور دریاے اباسین اٹک بدروازہ شرقی بلدۂ شکار پور در باغ شہزادۂ گوہر نزول اقبال داشتہ"۔

آگے کے مکاتیب میں ایک جگہ "تایوم التحریر کہ نوز دہم شہر ربیع الاول ۱۲۴۲ ھجری است " مرقوم ہے۔ اگر سید صاحب کی ہجرت کی تاریخ جو مولوی سید جعفر علی صاحب

نے لکھی ہے یعنی ۷ جمادی الثانیہ ۱۲۴۰ھ صحیح ہے تو کیا شکارپور پہنچنے تک ایک سال پانچ مہینے کی مدت صرف ہوگئی تھی؟ سفر ہجرت کے آغاز کی تاریخ کے سلسلے میں آپ کی تحقیق کیا ہے، اس کی صحیح تاریخ کیا ہے؟۔[۳۷]

(۲) مولوی سید جعفر علی نے اپنی ملاقات کے متعلق لکھا ہے: "ایں خاکسار بمقام انب مشرف بخدمت حضرت امیرالمؤمنین گردید و شرف بیعت مشرف شد، ماہ صیام سنہ یک ہزار و دو صد و چہل وشش بود"۔کیا ۱۲۴۶ھ کے رمضان میں سید صاحب انب میں تھے؟ انب سے تو آپ بہت آگے بڑھ چکے تھے غالبًا اس وقت آپ راج دواری میں تھے۔مولانا اسمٰعیل صاحب[۳۸] اسی رمضان میں بالاکوٹ پہنچے، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔مولوی سید جعفر علی صاحب سید صاحب سے کب اور کہاں ملے اور کتنی مدت ان کے ساتھ گذری؟

اس وقت چند سرسری سوالات لکھ دیے، ان شاءاللہ اطمینان سے اور ضروری باتیں پوچھوں گا۔

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔

والسلام

خاکسار

ابوالحسن علی

۶ اپریل ۵۰ء

....

(۳)

۳۰ نومبر ۵۹ء

مکرمی ومحترمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔میرا پہلا عریضہ مل گیا ہوگا، آج موقع مل گیا اور میں نے

کتب خانے میں دوبارہ وقائع [۳۹] کے قدیم قلمی نسخے کو دیکھا، آپ نے جس مفصل مضمون وتفصیلات کا حوالہ دیا ہے وہ کتاب کے آخر میں ہے۔ اسامی شہدائے بالاکوٹ کے بعد واقعۂ بالاکوٹ کے بعد کے کچھ حالات جو کتاب کے صفحہ ۸۳۵ سے ص۸۶۱ تک آگئے ہیں؛ آپ ضروری سمجھیں تو ان کی نقل آپ کے پاس بھیج دوں، بظاہر وہ کوئی نئی چیز نہیں۔ آخری صفحے کی عبارت دفعۂ اس جملے پر ختم ہو جاتی ہے ''سوخونہ میں غازیوں کے آنے کی خبر سُن کر وہ بھی تشریف لائے اور شیخ ولی محمد صاحب سے ملاقات کی اور بہت سی تسلی دی کہ تم اس خونہ میں ٹھہرو یہاں سے کہیں'' اس پر کتاب کا یہ قلمی نسخہ ختم ہو جاتا ہے۔ جس کتاب کا دیکھنا آپ کو یاد آتا ہے وہ مجھے دستیاب نہیں ہوسکی، معلوم نہیں ضائع ہوگئی، یا کبھی اتفاقاً مل جائے۔

سیـد احـمـد شـهـيـد [۴۰] پر عنقریب اپنے ناچیز حالات کا اظہار کروں گا [۴۱]، مولانا منظور صاحب [۴۲] نے دفتر کو ہدایت کردی تھی کہ رسالہ الـفـرقـان مستقل آپ کے نام جاری کردیا جائے، معلوم نہیں آپ کو پہنچ رہا ہے یا نہیں۔

تیسرا حصہ کس منزل پر ہے؟

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا، بھائی صاحب [۴۳] کی جانب سے سلام قبول ہو۔

ابوالحسن علی

....

مکتوباتِ مسعود عالم ندوی

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار العروبۃ للدعوۃ الاسلامیۃ

بلدۃ جالندھر (الہند)

۲۸/۱۰/۶۵[۱۳]ھ

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ! شاید آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ میں تنفس اور ضیق نفس کا پرانا مریض ہوں۔[۴۴] ان دنوں مرض کی تکلیف کچھ بڑھ گئی ہے، اس لیے جواب خط نہیں، بلکہ رسید خط اپنے ایک رفیق سے لکھوا رہا ہوں۔طبیعت سنبھل جائے تو ان شاءاللہ تفصیلی جواب لکھوں گا۔

جوابی لفافے کی ضرورت نہیں تھی۔اب جب آپ نے بھیج ہی دیا ہے تو اس سے رسید کے بھیجنے کا کام لے رہا ہوں۔

کئی مرتبہ لاہور آنے کا اتفاق ہوا، افسوس آپ سے ملاقات نہ کرسکا۔ان شاءاللہ اب کی آنا ہوا تو ملاقات کی کوشش کروں گا۔اس رقعے کے جواب کی ضرورت نہیں۔ان شاءاللہ طبیعت سنبھلتے ہی فوراً مفصل عرض کروں گا۔

والسلام

عاجز

مسعود عالم ندوی

....

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیۃ

بلدۃ جالندھر (الہند)

۶۵/۱۱/۳[۱۳]ھ

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کا دوسرا گرامی نامہ بھی مل گیا، اس عنایت اور نوازش کا دلی شکریہ! گو اب تک تکلیف کافی ہے، پھر بھی چاہتا ہوں کہ آپ کے پہلے گرامی نامے کے متعلق ضروری گزارشات قلم بند کرا ہی

دوں۔ اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ براہ نوازش میری کتاب[۴۵] میں جہاں کہیں بھی کوئی چوک یا لغزش یا مسامحت پائیں، بلاتکلف متنبہ فرمادیں اور جہاں مزید مطالعے کی ضرورت ہو، اس میں میری رہنمائی فرمائیں۔ میں لکھنے پڑھنے کے معاملے میں ٹھیٹ طالب علم ہوں۔ آپ بے تکلف متنبہ کریں اور جس طرح چاہیں۔ ہر حال میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔

(۲) یہ صحیح ہے کہ میں بھی سرحد کی تاریخ اور جغرافیے سے ناواقف ہوں۔ افسوس کہ میری صحت اس قابل نہیں کہ سرحد اور ماورائے سرحد کا سفر کرسکوں۔ اگر آپ اس سلسلے میں کوئی اچھی کتاب یا نقشوں کا پتا [دے] سکیں، تو مزید عنایت ہوگی۔

(۳) سید اکبر شاہ صاحب[۴۶] کے بارے میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اسے محفوظ رکھوں گا لیکن نظر ثانی آپ کے مفصل تنبیہ نامے کے بعد ہی ممکن ہوگی۔

(۴) اعلام نامہ[۴۷] اور مثنوی شہر آشوب[۴۸] میرے پاس موجود ہیں۔ وہ ان شاء اللہ بہت جلد حاضر کردوں گا۔ آپ مہینہ دو مہینہ بھی اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

(۵) تذکرۂ صادقہ[۴۹] کا نسخہ مولانا عبدالغفار صادق پوری کا ہے۔ جو حکیم ارادت حسین مرحوم کے پوتے ہیں۔ مولوی عبدالغفار صاحب مزاج کے بہت تیز اور کتابیں دینے میں بہت محتاط ہیں، اگر آپ پٹنہ کا سفر کرسکیں تو کامیابی ممکن ہے۔

(۶) انگریزی مآخذ میں سے نمبر ۴ امپیریل لائبریری کلکتہ میں موجود ہے۔ اس کی نقل ڈاکٹر عظیم الدین صاحب (نواسۂ حکیم عبدالحمید مرحوم)[۵۰] نے منگوائی تھی۔ ان کی عنایت سے مجھے وہ نقل کچھ روز کے لیے مل گئی تھی۔

(۷) خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے اور بہت ہی کم یاب ہے۔ لائبریری سے باہر منگوانا مشکل ہے۔ وہاں جا کر آپ اطمینان سے مطالعہ کرسکتے ہیں۔

(۸) (کلکتہ ریویو) کے فائل پٹنہ اور کلکتہ کی مختلف لائبریریوں میں ہیں۔ حکومت پنجاب یا یونی ورسٹی لائبریری کے واسطے سے نمبر ۴ اور نمبر ۸ دونوں امپیریل لائبریری کلکتہ سے

مستعار منگوا سکتے ہیں۔

(۹) بمبئی یونی ورسٹی لائبریری میں ہے۔ برادرمکرم سید نجیب اشرف صاحب ندوی[۵۱] کی عنایت سے کچھ دنوں وہ جلد میرے پاس رہی تھی۔

یہ تھا آپ کے گرامی نامے کا اجمالی جواب — یوں میری تمنا ہے کہ لاہور آکر آپ سے اس سلسلے میں مذاکرہ کروں۔ اور آپ نے یہ "ضامن" کی ایک ہی کہی۔ الحمدللہ علمی معاملات میں، میں ہر صاحب علم کا خادم ہوں۔

امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

والسّلام

عاجز

مسعود عالم ندوی

بقلم: سید محمد قطبی عاجز

....

(۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعروبۃ، جالندھر شہر

۱۳/۱۱/۶۵[۱۳] ھ

مکرمی ومحترمی! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ مؤرخہ ۴ اکتوبر عزت افزائی کا باعث ہوا، بغیر کسی رسمی تمہید کے جواب نمبروار عرض ہے:

(۱) اچھا تو یہی ہوتا کہ لاہور میں آپ سے گفتگو ہوتی۔ لیکن سردست میرے لیے سفر کرنا بہت مشکل ہے۔ گو تین چار دنوں سے آرام ہے پھر بھی ضعف حد سے زیادہ ہے۔ اب آپ کو اختیار حاصل ہے، خواہ وقت نکال کر مفصل تنقید تحریر فرمادیں یا ملاقات پر اس کو ملتوی رکھیں اور اگر آپ

جالندھر تشریف لا سکتے تو کیا بات تھی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا وطن بھی اسی نواح میں ہے۔[۵۲]

(۲) اعلام نامہ اور مثنوی شہر آشوب اسی لفافے میں حاضر خدمت ہیں۔

(۳) راونشا کا ''میمورنڈم''[۵۳] مولوی احمد اللہ صاحب کے مقدمے[۵۴] کی روداد کے ساتھ ہے۔ ڈاکٹر عظیم الدین صاحب اس معاملے میں بہت بخیل واقع ہوئے ہیں۔ ان کا پتا درج ذیل ہے:

ڈاکٹر سید عظیم الدین احمد، خواجہ کلاں، پٹنہ سٹی۔

سید عبدالعزیز صاحب بار ایٹ لا بہت باثر آدمی تھے۔ اب بے چارے کی ہوا اکھڑ چکی ہے، اور اہل دنیا عام طور پر صرف اقتدار کو مانتے ہیں پھر بھی ہمیں توقع ہے کہ اگر سید عبدالعزیز صاحب نے تحریک کی تو ڈاکٹر کک صاحب مان جائیں گے۔

(۴) وہابی ٹرائل پٹنہ میں ۱۸۷۱ء کے مقدمۂ سازش کی روداد ہے[۵۵] اور مقدمات سازش کی تمام رپورٹوں میں سب سے اہم دستاویز ہے۔

(۵) سید نجیب اشرف صاحب کا پتہ درج ذیل ہے:

اسماعیل کالج، جوگیشوری، بمبئی

نجیب بھائی بہت خلیق اور بے مثال آدمی ہیں۔ ضرور کوئی سبیل نکال دیں گے۔

آخر میں اپنی پہلی گزارش کا پھر اعادہ کرتا ہوں۔ براہ کرم اپنی مفصل رائے سے جلد از جلد مطلع کرنے کی کوشش فرمائیں۔

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

والسّلام

عاجز

مسعود عالم ندوی

بقلم: سید محمد قطبی عاجز

....

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیۃ

بلدۃ جالندھر (الہند)

۶۵/۱۱/۱۵[۱۳]ھ

مکرمی و معظم! سلام و تحیات

گرامی نامہ مؤرخہ ۱۰/۱۰ کا جواب مختصر طور پر عرض ہے:

(۱) مثنوی شہر آشوب کا ایک نسخہ ممکن ہے مل جائے۔ دسمبر کے وسط میں وطن کا قصد ہے۔ وہیں کوشش ممکن ہوگی۔

(۲) جی ہاں، اعلام نامہ کا نسخہ بہت غلط ہے۔

(۳) بہتر، آپ جب بھی تحریر فرمادیں۔ ۳۰ نومبر تک بھی ہو جائے تو مجھے نظر ثانی میں وقت نہیں ہوگی۔ میں گھر پر نظر ثانی کروں گا۔ جالندھر تشریف آوری کا منتظر رہوں گا۔

(۴) میمورنڈم انگریزی میں ہے۔ ٹائپ کا نظم وہاں ہوسکتا ہے۔ سید عبدالعزیز صاحب (بالقابہ) کی توجہ کافی ہوگی۔ اس پر ڈاکٹر عظیم صاحب بھی راضی ہو جائیں گے۔

(۵) وہابی ٹرائل ۱۸۷۱ء ضخیم ہے۔ اس میں وقت ہوگی۔ ٹائپ رائٹر کتاب خانے میں لے جانا ہوگا۔ مگر عزیز صاحب کا کتب خانے والوں پر بہت اثر ہے۔ کوئی صورت نکل جائے گی۔

اب تک ''دوروں'' کے ''عمل'' سے باہر نہیں ہوں۔ خیال تھا کہ قطبی صاحب کو جواب املا کرادوں گا۔ اس وقت وہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ دوسرے رفیق محمد نصرت اللہ الکوثری ایک مسودہ کی تبییض کر رہے ہیں، ہمت کر کے یہ سطریں لکھ ڈالیں، لیکن مختصر اور ڈر ڈر کر۔

ہمارے رفقا سلام کہتے ہیں۔ اخبارات کی گالم گلوچ سے تنگ آ کر اب سب صرف انقلاب پڑھتے ہیں اور میں انقلاب اور *Statesman*۔ اب پناہ انگریزی ہی کے دامن تہذیب میں ملتی ہے، صحافتی بدتمیزی اس حد کو پہنچ گئی ہے۔ یہ کلمات بے ارادہ لکھ گیا بار خاطر ہو تو معذرت خواہ ہوں۔

والسّلام

عاجز

مسعود عالم ندوی

....

(۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعروبۃ،

جالندھر شہر

۶۵/۱۱/۲۲[۱۳]ھ

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ ملا، پچھلے خط کا جواب دیا جاچکا ہے۔ تازہ گرامی نامے میں بعض چیزیں قابل غور ہیں جن پر غور کیا جارہا ہے۔ دونوں کا جواب ایک ساتھ ہی دیا جائے گا۔

بھائی جان مولانا مسعود عالم صاحب کی طبیعت خراب تھی، علاج کے لیے لاہور گئے ہوئے تھے۔ آج ہی واپسی ہوئی ہے اور کچھ افاقہ ہے۔

یہ چند سطریں بطور رسید کے ارسال کی ہیں۔ ہاں! آپ کے تفصیلی نقد کا سختی سے انتظار ہو رہا ہے۔ کل ہی ناشر صاحب کا خط آیا ہے کہ ہزار ہزار نسخے شائع کیے گئے تھے[۵۶] اور اب قریب الختم ہیں اور دوسرے اڈیشن کی اجازت کے بے تابی سے منتظر ہیں۔ ظاہر ہے کہ بلا نظر ثانی کے کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔ براہ مہربانی آپ اوّلین فرصت میں تفصیلی نقد فرمادیں تاکہ نظر ثانی میں آسانی ہو۔

باقی سب خیریت ہے۔ بھائی جان مولانا مسعود عالم صاحب سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

والسّلام

سید محمد قطبی عاجز

رسید بھیج رہا ہوں۔ مجبوری میں خطوط اپنے رفیقوں سے لکھواتا ہوں اور یہ کوتاہی احباب برداشت کرتے ہیں۔ امید کہ بار نہ ہو۔ مسعود عالم

....

(۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیۃ

بلدۃ جالندھر (الہند)

۴۵/۱۱/۶۵[۱۳]ھ

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ بھائی جان مولانا مسعود عالم صاحب ندوی کی صحت بحمداللہ پچھلے دنوں کی نسبت اچھی ہے مگر ابھی تک ضعف باقی ہے۔ اس لیے مجھے ہدایت کردی ہے۔ اسی کی روشنی میں مختصر جواب حاضر خدمت ہے:

۱- مزید مکاتیب ومخطوطات کا علم نہیں، ورنہ ضرور مطلع کرتا نیز یہ بھی نہیں معلوم کہ اعلام نامہ کتب خانۂ آصفیہ کیوں کر پہنچا۔ کتب خانے کی فہرست میں پڑھا تھا اور ایک عزیز کے ذریعہ نقل کروایا تھا (کتب خانۂ آصفیہ کی فہرست کے دوسرے صفحے میں درج ہے۔ صحیح نمبر یاد نہیں۔ غالبًا میری یادداشتوں میں درج ہو) حتیٰ کہ میں نے اصل نسخہ بھی نہیں دیکھا۔ اس لیے وثوق سے کہنا مشکل ہے کہ اغلاط اصل ہی کی ہیں یا نقل کرنے والے سے چوک ہوگئی۔ اگر آپ اصل کا فوٹو منگوالیں، تو آسانی ہوگی۔[۵۷]

امام علی صاحب[۵۸] کے بارے میں بھی، نہیں معلوم کہ وہ مجاہدین کے ساتھ شریک تھے، یا یہیں مقیم تھے۔

جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ مولوی جعفر صاحب تھانیسری مرحوم[۵۹] کا دارومدار زیادہ

تر مولوی عبدالرحیم صاحب کے بیانوں اور معلومات پر ہے۔[60] میں بھی مولانا یحییٰ علی[61] کے بارے میں غور کررہا ہوں۔ یہاں کوئی ذریعۂ معلومات نہیں ہے۔ان شاء اللہ پٹنہ جا کر تحقیق کروں گا اور جناب کو بھی مطلع کروں گا۔

مثنوی کا نسخہ اغلب یہی ہے کہ کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گا۔ یوں آپ چاہیں تو نقل بھی کرلیں، بعد میں مطبوعہ نسخہ مل جائے تو دونوں نسخے ہو جائیں گے۔ان شاء اللہ پٹنہ میں مطبوعہ نسخے کے حصول کی کوشش کروں گا۔

شکریہ پیشگی قبول فرمائیں۔ دونوں کتابوں پر مفصل نقد وتبصرہ اور بے لاگ رائے کا سختی سے انتظار ہے۔ ناشر صاحب کا بھی خط آیا ہوا ہے کہ کتابوں کا اسٹاک ختم ہو رہا ہے۔ طبع دوم کی اجازت دی جائے۔لیکن نظر ثانی سے پہلے شائع کرنے کا خیال نہیں ہے اور جب صاحبِ علم حضرات کی آرا آجائیں، تو انھیں پڑھ کر نظر ثانی کرنے کا ارادہ ہے۔

اب تک کئی خطوط آچکے ہیں، مگر وہی دوست نوازی کے رنگ میں، اور تازہ معارف میں بھی ریویو آگیا ہے[62] مگر کوئی زیادہ قابلِ التفات نہیں۔ بہر حال آپ کی آزاد رائے اور مفصل معلومات کا سخت انتظار ہے۔

ضامن شاہ[63] کے واقعے پر غور کررہا ہوں۔لیکن یہاں مراجعت اور تحقیق کا سامان کہاں؟ غالباً تذکرۂ صادقہ کے علاوہ وہابی ٹرائل ۱۸۷۱ء میں بھی مذکور ہے۔لیکن یہ بھی اس وقت یہاں نہیں ہے۔ پٹنہ جانے کے بعد ہی صحیح رائے قائم ہو سکے گی۔

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔

والسلام

عاجز

مسعود عالم ندوی

بقلم: سید محمد قطبی عاجز

....

(۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیہ

جالندھر شہر

۲۷/۱۱/[۱۳]۶۵ھ

مکرمی ومحترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ آج والا نامہ اور رجسٹری خط مع اعلام نامہ اور مفصل رائے کے موصول ہوا۔ نوازش اور عنایت کا دلی شکریہ۔

بھائی جان مولانا مسعود عالم صاحب ندوی مدظلہ کی طبیعت رُو بہ صحت ہورہی تھی اور تکلیف میں بھی خاصا افاقہ ہورہا تھا، مگر رات پھر خلاف توقع کچھ طبیعت خراب ہوگئی اور رات بھر تکلیف میں کٹی۔ ورنہ وہ خود اپنے قلم سے جناب کا شکریہ ادا کرتے۔

طبیعت سنبھل لے تو رائے اور مفصل تبصرے کا مطالعہ فرمائیں گے۔ اگر کوئی چیز قابل توضیح و دریافت طلب ہوئی تو تکلیف دی جائے گی۔ ہم سب لوگ ملاقات کے مشتاق ہیں، کبھی ادھر آنا ہوا تو ہمیں بھی مشرف فرمایئے۔

بھائی جان مدظلہ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

والسّلام

سید محمد قطبی عاجز

....

(۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیہ

جالندھر شہر

۶۵/۱۲/۲۳[۱۳]ھ

محترمی و معظمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، عنایت نامہ اور نوٹ مل گئے تھے، مگر جواب میں تاخیر ہوگئی۔ مزید تاخیر مناسب نہ جان کر بطور رسید کے یہ چند سطور حاضر خدمت ہیں۔

بھائی جان مولانا مسعود عالم صاحب کی صحت یوں ڈھائی ماہ سے مسلسل خراب رہتی ہے۔ ان دنوں تکلیف میں کچھ اضافہ ہوگیا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ صوبۂ بہار کے قیامت خیز اور انسانیت سوز واقعات[۶۴] کا بھی کافی اثر ہے۔ کئی روز تک عزیزوں کی خیریت نہیں معلوم ہورہی تھی، اب ایک آدھ خط آنے شروع ہوگئے ہیں[کذا]۔ پھر بھی تفصیلی حالات نہیں معلوم ہوسکے۔ دعا فرمایئے۔ ان پریشانیوں کے باوجود بھائی جان نے آپ کے نوٹ پڑھوا کر سن لیے ہیں۔ ذرا طبیعت سنبھل لے تو دوبارہ خود پڑھیں گے۔ اگر کوئی دریافت طلب بات ہوئی تو جناب کو تکلیف بھی دی جائے گی۔

محترم بھائی جان و دیگر حضرات سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

والسلام

عاجز سید محمد قطبی

سخت پریشان اور مضطرب الحال ہوں۔ ابھی ابھی دو عزیزوں کی شہادت کی خبر ملی ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا سننا پڑے۔

عاجز

مسعود عالم

....

(۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیہ

[حیدر آباد، سندھ]

۲۴ ربیع الثانی ۶۹ھ

۱۳؍فروری ۵۰ء

مکرمی ومحترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ ہماری سفر سے واپسی وسط دسمبر میں ہوگئی تھی۔ پہلے قیام راولپنڈی میں تھا، اب حیدرآباد (سندھ) میں مقیم ہوں۔[65] یہ تبدیلی بعض مصالح کی بنا پر اختیار کی گئی ہے۔افسوس اب تک آپ کی خدمت میں کوئی عریضہ ارسال نہیں کرسکا۔آپ سے ملاقات کی تمنا تھی۔ گذشتہ مہینے لاہور آیا، مگر اتنا پریشان اور مشغول رہا کہ حاضر خدمت نہ ہوسکا۔ان شاء اللہ آئندہ کبھی لاہور آنا ہوا تو ضرور حاضری دوں گا۔

سفر پر روانہ ہونے سے پہلے کراچی سے میں نے اپنے ایک دوست کے ذریعے اسلامی تحریک کے دوسرے ایڈیشن کا ایک نسخہ آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔امید کہ ملا ہوگا۔آپ کے مفید مشوروں اور رائے عالی کا انتظار ہے۔ممکن ہے تیسرا ایڈیشن بھی جلد شائع ہو جائے۔ دوسرے ایڈیشن میں آپ کی ہدایات سے میں نے بڑا فائدہ اٹھایا تھا، جیسا کہ آپ نے خود ملاحظہ فرمایا ہوگا۔

اب اس خط کے لکھنے کی تقریب یہ ہے کہ مجھے برادر عزیز علی میاں (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، لکھنؤ) کا خط کل ہی ملا ہے، جس میں انھوں نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کو جلد از جلد (۳۲۳/-) روپے ادا کردوں۔اب آپ اس رقم کو علی میاں کی بجائے میرے ذمے سمجھیں۔ان شاء اللہ جلد سے جلد ادا کردوں گا۔ اگر لاہور خود آنا ہوا تو خود ادا کردوں گا ورنہ کسی دوسرے ذریعے سے روانہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ ۳۱ مارچ آخری تاریخ ہے۔ان شاء اللہ اس سے پہلے یہ رقم ضرور حاضر خدمت ہوجائے گی۔علی میاں کو میں نے خط کا جواب دے دیا ہے۔

امید ہے جواب سے ضرور ممنون فرمائیں گے۔

والسلام

عاجز

مسعود عالم

....

(۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیہ،

حیدرآباد، سندھ

۱۰/۵/۶۹[۱۳]ھ

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ باصرہ نواز ہوا۔ بہت بہت شکریہ۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ ہمارے قاصد نے آپ تک کتاب نہیں پہنچائی۔ انتہائی شرم سار ہوں۔ بہر حال تفصیلی رائے کا انتظار رہے گا۔

یہ آپ کی نوازش ہے۔علی میاں کی قرض شناسی کا تقاضا یہی تھا۔کسی معقول 'مسافر' کی تلاش میں ہوں۔ان شاء اللہ حسب وعدہ ۳۱ مارچ سے پہلے رقم خدمت عالی میں پہنچ جائے گی۔

بقلم: سید احمد علی

امید ہے مزاج عالی بخیر ہوگا۔

عاجز

مسعود عالم ندوی

....

(۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکان نمبر S/246، کوچہ شام سنگھ،

راولپنڈی۔

۲۰ مئی ۵۱[۱۹]ء

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ تقریباً تین ہفتے ہوئے گوجرانوالہ سے آپ کی خدمت میں ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک کا ایک نسخہ روانہ کیا تھا۔ امید ہے ملا ہوگا۔

آپ نے اس کتاب کے متعلق مزید معلومات اور نوٹ دینے کا مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ جب سے کتاب بھیجی ہے آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔ امید ہے مزید معلومات سے جلد از جلد مستفید فرمائیں گے۔

گوجرانوالہ میں آب و ہوا کی خرابی کے باعث طبیعت اچھی نہیں رہی تو عارضی طور پر کچھ دنوں کے لیے راولپنڈی آگیا ہوں۔[۶۶] ممکن ہے مکان مل جائے، تو یہیں مستقل اقامت اختیار کرلی جائے۔ فی الحال آپ اوپر لکھے ہوئے پتے پر مجھے خط روانہ فرماسکتے ہیں۔

والسلام

عاجز

مسعود عالم ندوی

....

(۱۲)

بسم اللہ

دارالعروبۃ،

K/265، راولپنڈی

۲۶/۸/۹ے[۱۳]ھ

۲/۶/۵۱[۱۹]ء

مکرمی و معظمی!

سلام و تحیات

ابھی ابھی عنایت نامے نے عزت افزائی کی۔ شکریہ۔

اللہ کرے مزاج عالی بخیر ہو۔ عاجز بھی رُوبصحت ہے۔اب مجھے یہاں مکان مل گیا ہے اور یہیں رہ پڑنے کا قصد ہے۔یادداشت کا پیشگی شکریہ!

والسّلام

دعا کا طالب اور جواب کا منتظر

عاجز

مسعود عالم ندوی

....

(۱۳)

بسم اللہ

دارالعروبۃ،

راولپنڈی

۵رمضان المبارک ۰۷[۱۳]ھ

محترمی و معظمی! سلام وتحیات

کل عنایت نامہ ملا اور آج کتاب۔ بہت بہت شکریہ!!

ان شاء اللہ آپ کے مشوروں سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ابھی تو اشاعت اور نظرثانی میں کچھ تاخیر ہوگی۔پھر کوئی کھٹک ہوئی تو عرض کروں گا۔

آپ کے علمی شغف اور عنایات کا مجھ پر بہت اثر ہے۔اللہ تعالٰی جزائے خیر دے۔

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔خاکسار اب اچھا ہے، الحمدللہ

والسّلام

عاجز

مسعود عالم ندوی

....

(۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعروبۃ للدعوۃ الاسلامیہ

راولپنڈی (پاکستان)

۱۳۷۳/۱/۹ھ

مکرمی ومحترمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ کئی روز سے جناب کے خط کا انتظار کر رہا ہوں، مگر اب تک نہیں ملا۔ میں نے آپ سے زبانی عرض کیا تھا کہ ہمیں اس چیز کے ثبوت کے لیے حوالے درکار ہیں کہ مرزا غلام احمد کا خاندان سکھوں کا وفادار رہا ہے[٦٧] اور اس نے ان کی خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کتابوں سے تلاش کر کے جواب دیں گے۔ معلوم نہیں آپ کو اس کے لیے وقت مل سکا ہے کہ نہیں۔ امید ہے اس کے لیے کچھ وقت ضرور نکالیں گے۔ ہمارے پاس تو یہاں کوئی لائبریری بھی نہیں ہے جس سے مدد لی جاسکے۔

ہمارے ایک دوست نے ایک عبارت نقل کر کے ہمارے پاس بھیجی ہے، اسے نقل کر کے ہم آپ کی خدمت میں روانہ کر رہے ہیں۔ اس سے اس چیز کا پتہ چلتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کی تائید میں جتنے حوالے اور عبارتیں مل سکیں، بہتر ہے۔

ہمارے رفقا سلام عرض کرتے ہیں۔

والسلام

عاجز

مسعود عالم ندوی

....

حواشی و تعلیقات

* چیف ایڈیٹر/پروفیسر، شعبۂ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، علامہ اقبال کیمپس، لاہور۔

۱۔ مولانا مسعود عالم ندوی ۱۲ دسمبر ۱۹۳۷ء تا اکتوبر ۱۹۴۳ء بطور کیٹلاگر اورینٹل لائبریری پٹنہ سے وابستہ رہے۔ دیکھیے: اختر راہی، مسعود عالم ندوی: سوانح و مکتوبات (گجرات: مکتبہ ظفر ناشر قرآنی قطعات، ۱۹۷۵ء)، ص ۲۳–۲۶۔ احوال و آثار کے لیے مزید دیکھیے: خلیل احمد الحامدی، "مولانا مسعود عالم ندوی کے مختصر حالات زندگی"، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک مؤلف مولانا مسعود عالم ندوی (لاہور: ادارۂ معارفِ اسلامی، ۱۹۹۲ء)، ص ۷–۱۲۔

۲۔ ۱۸۳۱ء سے عملاً تحریک اصلاح و جہاد کی قیادت جماعتِ مجاہدین صادق پور (عظیم آباد پٹنہ) کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی تھی۔ تب سے تقریباً ربع صدی تک پٹنہ کو اس تحریک کے ایک اہم ترین مرکز کی حیثیت حاصل رہی۔ علماے صادق پور کے سرخیل اور سید احمد شہید کے خلیفہ مولانا ولایت علی (م۱۸۵۲ء)، ان کے بعد ان کے برادر خورد مولانا عنایت علی (م۱۸۵۸ء) اور فرزند ارجمند مولانا عبداللہ (م۱۹۰۲ء) یکے بعد دیگرے تحریک کے امیر مقرر ہوئے اور ایک عرصے تک انگریزی افواج کے خلاف معرکہ زن رہے۔ اس دور میں جماعتِ مجاہدین صادق پور نے اندرونِ ملک دعوت و تبلیغ کے علاوہ محاذِ جنگ پر عزیمت و استقامت کی داستانیں رقم کیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۶۵–۱۷۰؛ غلام رسول مہر، سرگذشتِ مجاہدین (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن)، ص ۲۱۳–۲۷۰؛ شیخ محمد اکرام، موجِ کوثر (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۷ء)، ص ۳۵–۵۶۔

۳۔ مولانا مہر کو علامہ سید سلیمان ندوی کے اس مشورے کو تسلیم کرنے میں تامل تھا کیونکہ ان کی نظر میں کسی موضوع پر کوئی تصنیف حرفِ آخر نہیں کہی جا سکتی، تحقیق اور جستجو کا کام برابر جاری رہتا ہے۔ بلکہ وہ علامہ سید سلیمان ندوی کے مشورے سے کسی قدر کبیدہ خاطر بھی ہوئے۔ مولانا مہر کے خیال میں اس موضوع پر سید ابوالحسن اور ان کے رفیق مسعود عالم ندوی کی کاوشوں کے باوجود اس تحریک کے کئی پہلو ایسے تھے جو مزید تحقیق و تنقیح کے طالب تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے ضروری مواد کی فراہمی کے لیے سید سلیمان ندوی کے ان دونوں شاگردوں سے مراسلت کا آغاز کیا۔ مولانا مہر نے سید غلام حسن شاہ کاظمی کے نام ایک خط (محررہ ۲۱ جون ۱۹۵۵ء) میں اپنی اس مراسلت کے پس منظر و پیش منظر نیز اس کے نتائج سے متعلق اپنے تاثرات بایں الفاظ بیان کیے ہیں:

> میری قسمت عجیب ہے۔ جب میں نے کتاب [سید احمد شہید] لکھنے کا ارادہ کیا تو دوسرے اہلِ علم کے علاوہ سید سلیمان ندوی مرحوم سے بھی پوچھا کہ جو مآخذ ان کے علم میں ہوں بتا دیں۔ انھوں نے انتہائی بے تکلفی سے تحریر فرمایا کہ سید صاحب کے متعلق جو کچھ ضروری تھا وہ مولانا ابوالحسن علی لکھ چکے۔ شہادت کے بعد جماعتِ مجاہدین کے متعلق جو حالات تحریر طلب تھے وہ مولانا مسعود عالم ندوی مرتب فرما چکے۔ اب تم اس قصے میں کیوں پڑتے ہو؟ کوئی اور کام تلاش کرو۔ یہ مکتوبِ گرامی اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔ ممکن ہے میری غلط فہمی ہو۔ لیکن مجھ پر اور میرے احباب پر اس سے یہی اثر پڑا کہ یہ بزرگ اپنے دائرے سے باہر کے کسی آدمی کی علمی مشغولیت پسند نہیں فرماتے۔ حسنِ اتفاق سے مجھے سید ابوالحسن علی اور مولانا مسعود عالم مرحوم دونوں سے مکاتبت اور ملاقات کا موقع مل گیا۔ میں نے جو کچھ مولانا ابوالحسن علی سے پوچھا انھوں نے اس بے تکلفی سے بیان فرمایا کہ میں ان کے تعلق میں اپنی سابقہ

رائے پر ہمیشہ نادم رہا۔ مولانا مسعود عالم کی کتاب جب چھپی تو میں نے جان پہچان کے بغیر انھیں خط لکھ دیا اور اس میں بتایا کہ میرے سرسری اندازے کے مطابق کتاب میں انھوں نے پینتیس (۳۵) غلطیاں ایسی کی ہیں جو واقعات کی بنیادی حیثیت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ انھوں نے دوسرے ایڈیشن میں زیادہ تر غلطیاں درست کرلیں۔ بعض زیرِ غور رکھیں۔ پھر وہ برابر محبت سے ملتے رہے۔ اور چوتھا ایڈیشن تیار کرتے وقت بھی بہت سی چیزیں مجھ سے پوچھیں تھیں۔ ان کے متعلق بھی میں اپنی رائے پر پشیمان ہوا۔ اب وہ تو خدا کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ مولانا ابوالحسن علی غیر معلوم وجوہ کی بنا پر خاموش ہوگئے۔ میں انھیں خط لکھنے میں اسی وجہ سے متأمل ہوں کہ شاید وہ اسے کتاب پر ریویو کا تقاضا سمجھیں"

دیکھیے: حضور امام کاظمی (مرتب)، نقوشِ مہر: مجموعۃ مکاتیب مولانا غلام رسول مہر بنام سید غلام حسن شاہ کاظمی (لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۸۲–۸۳۔

۴۔ سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید اور سید حمید الدین (خواہر زادۂ سید احمد) کے مکاتیب مراد ہیں جو منظورۃ السعداء (دیکھیے حاشیہ ۱۷) میں شامل ہیں۔ سید احمد اور شاہ اسمٰعیل شہید کے مکاتیب سے ان کی تحریک کے اہداف و نصب العین پر بخوبی روشنی پڑتی ہے جب کہ موخر الذکر کے مکاتیب میں جماعتِ مجاہدین کے حالات اور سفر کی تفصیلات مندرج ہیں۔ بقول غلام رسول مہر: "سید حمید الدین کے مکاتیب سفرِ ہجرت کے متعلق مستند معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہیں"۔ غلام رسول مہر، سید احمد شہید (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن)، ص ۴۲۔

۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین دہلوی (۱۸۳۱ء – ۱۹۰۸ء) تحریک رد وہابیت کے ایک اہم سالار شمار کیے جاتے ہیں۔ تحریکِ مجاہدین خصوصاً شاہ اسمٰعیل (م ۶ مئی ۱۸۳۱ء) اور جماعت اہل حدیث کے بارے میں ان کا تعصب حد درجے تک پہنچا ہوا تھا۔ ان کے آرا و خیالات کے بارے میں ملاحظہ ہو: عبدالرزاق ملیح آبادی (مرتب)، ابوالکلام آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی (لاہور: مکتبۂ جمال، ۲۰۱۰ء)، ص ۶۲–۶۷، ۷۷–۸۰، ۱۲۱–۱۲۳، ۲۷۱؛ غلام رسول مہر، مولانا ابوالکلام آزاد، ایک نادرِ روزگار شخصیت مرتب محمد عالم مختار حق (لاہور: مہر سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء)، ص ۱۰۷–۱۰۹۔ مولانا خیرالدین زندگی بھر پوری استقامت سے وہابیت کے رد میں سرگرم رہے۔ گروہ اہل حدیث کے سرخیل سید نذیر حسین دہلوی (۱۲۲۰ھ–۱۳۲۰ھ / ۱۸۰۵ء – ۱۹۰۳ء) حجاز گئے (۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) تو مکے میں جو علما ان کی مخالفت میں پیش پیش تھے، ان میں مولانا خیرالدین دہلوی بھی شامل تھے۔ دیکھیے: فضل حسین بہاری، الحیاۃ والمماۃ (مانگر بل، ضلع شیخوپورہ: المکتبۃ الاثریہ، ۱۹۸۴ء)، ص ۸۵–۸۹؛ محمد مبارک، حیات الشیخ السعید میاں نذیر حسین محدث دہلوی (کراچی: اہل حدیث ٹرسٹ، س ن)، ص ۴۶–۴۷، ۵۶–۶۰۔ مولانا خیرالدین دہلوی نے وہابیت کے رد میں متعدد رسائل تصنیف کیے۔ ملاحظہ ہو: محمد رضاء الحسن قادری (مرتب)، رسائل مولانا خیرالدین دہلوی (لاہور: ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء)۔ اس مجموعۂ رسائل میں چار رسائل: خیر الامصار مدینۃ الانصار (۱۳۱۵ھ)؛ السنۃ الضروریۃ فی المعارف الخیوریۃ (۱۳۱۵ھ)؛ حفظ المتین عن لصوص الدین (۱۳۱۵ھ)؛ اسباب السرور لاصحاب الخیور (تاریخ تصنیف ۱۳۱۸ھ) شامل ہیں۔ یہ رسائل پہلی بار مطبع ہادی المطابع (دہلی) سے شائع ہوئے۔ تازہ عکسی اشاعت کے آغاز میں مولانا خیرالدین کے سوانح، تالیفات و تصانیف اور افکار و خیالات سے متعلق مرتب (محمد رضاء الحسن قادری) کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد، ابوسلمان

شاہجہان پوری، راجا رشید محمود اور سید عبداللہ قادری کی تحریریں شامل ہیں (دیکھیے: ص۵ ـ ۴۳)۔ان رسائل میں سے حفظ المتین عن لصوص الدین میں شاہ اسمٰعیل شہید کی تقویۃ الایمان کے مباحث و مندرجات کا رد کیا گیا ہے۔ زبان و بیان مناظرانہ ومجادلانہ ہے اور لب ولہجہ خاصا تند ہے۔

۶۔ دیکھیے: محمد علی لاہوری، "حضرت عائشہؓ کی عمر" معارف (اعظم گڑھ)، جلد۲۳، شمارہ۱ (جنوری ۱۹۲۹ء رجب المرجب ۱۳۴۷ھ)؛ سید سلیمان ندوی، "رد شبہات (حضرت عائشہؓ کی عمر)" معارف جلد۲۳، شمارہ۱ (جنوری ۱۹۲۹ء رجب المرجب ۱۳۴۷ھ)۔

۷۔ مولانا غلام رسول مہر انھی دنوں (۱۹۳۷ء) ٹیپو سلطان کے نام سے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، بلکہ اس کے تین سو صفحے لکھ بھی چکے تھے، اور مولانا آزاد سے انھوں نے اسی سلسلے میں مآخذ سے متعلق استفسار کیا تھا۔مولانا آزاد نے ان کے نام متعدد خطوط میں سلطان ٹیپو کے حالات پر انگریزی، فرانسیسی اور عربی و فارسی مآخذ کی نشان دہی کی تھی۔دیکھیے: مالک رام (مرتب)، خطوط مولانا ابوالکلام آزاد (لاہور: الفیصل، ۱۹۹۹ء)، ص ۲۶۸ ـ ۲۷۳۔ اسی سلسلے میں مولانا مہر نے سید سلیمان ندوی سے بعض مآخذ سے متعلق استفسار کیا تھا۔

۸۔ کارنامۂ حیدری مولوی عبدالرحیم دہری گورکھپوری تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۷۴۵ء–۱۸۲۲ء) وہم درس شاہ اسمٰعیل شہید کی تصنیف (بزبان فارسی) ہے جو سلطنت میسور کے حکمران سلطان ٹیپو اور ان کے والد حیدر علی کے حالات پر مشتمل ہے۔ (دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱ (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۷۵ء)، ص۶۲، حاشیہ۲؛ سید عبدالحی، نزھۃ الخواطر جلد۷؛ عبدالرزاق ملیح آبادی، ابوالکلام آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی، ص۲۹۳–۲۹۶)۔شیخ احمد علی گوپاموی نے اس کا اردو ترجمہ حالات حیدری کے نام سے کیا (معین الدین عقیل، تحریک آزادی میں اردو کا حصہ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء)، ص۵۲۲ ـ ۵۲۳)۔ کارنامۂ حیدری کی تالیف میں اسی موضوع پر لالہ کھیم نرائن کی فتوحات حیدری اور حسین علی کرمانی کی نشان حیدری (جو سلطان کی شہادت کے صرف اڑھائی سال بعد ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۱ء میں تالیف کی گئی۔ فارسی متن مطبع الکریم بمبئی سے ۱۸۹۰ء میں طبع ہوا اور کرنل ڈبلیو مائلز (Col. W. Miles) نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو لندن سے ۱۸۴۲ء–۱۸۶۴ء کو طبع ہوا) مؤلف کے پیش نظر تھیں۔کھیم نرائن کی فتوحات حیدری شائع نہیں ہوئی میر حسین علی کرمانی اور ان کی نشان حیدری کے بارے میں ملاحظہ ہو محمد اقبال مجددی، تذکرۂ علماء و مشائخ پاکستان و ہند جلد۱ (لاہور: پروگریسو بکس، ۲۰۱۳ء)، ص۱۶۲۔مولانا عبدالرحیم نے ان دونوں کتابوں کا تمام ضروری حصہ اپنی کتاب کارنامۂ حیدری میں نقل کرلیا ہے۔البتہ مولانا ابوالکلام آزاد کی رائے میں "اس میں حیدر علی کے خاندان کو عربی اور شاہی خاندان بنانے کے لیے جو کہانی لکھی گئی ہے وہ یقیناً فرضی ہے، لیکن عام حالات ضرور مستند سمجھنے چاہئیں"۔ابوالکلام آزاد، بنام مولانا غلام رسول مہر، محررہ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۷ء، مالک رام (مرتب)، خطوط مولانا ابوالکلام آزاد، ص۲۶۸ ـ ۲۶۹۔

۹۔ سید احمد کے بھتیجے سید معصوم احمد ابن مولانا سید محمد واضح بن شاہ صابر بن سید آیت اللہ بن حضرت شاہ علم اللہ صاحب علم و ہدایت بزرگان خاندان میں سے تھے۔۱۲۶۴ھ میں انتقال کیا۔دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۸۲، وحاشیہ۳۔

۱۰۔ بی بی ولیہ بنت سید شاہ ابواللیث ابن حضرت شاہ ابوسعید، سید احمد شہید کے منجھلے بھائی مولانا سید محمد اسحاق کی اہلیہ تھیں۔ ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۸۵۔

۱۱۔ وصایا الوزیر علی طریقۃ البشیر والنذیر (فارسی،۲ جلدیں)، یہ نواب وزیر الدولہ امیر الملک حافظ محمد وزیر خاں بہادر(۱۸۳۴ء–۱۸۶۴ء) والی ٹونک کی تصنیف ہے جو وصایائے وزیری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب نواب وزیر الدولہ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے محمد علی خاں والیِ ٹونک کے عہدِ حکومت میں مرتب ہو کر ۱۲۸۴ھ میں مطبع محمدی ٹونک میں طبع ہوئی۔ اس کتاب میں نواب وزیر الدولہ نے اپنے جانشینوں کو اتباع سنت، احکام شریعت کے اجرا اور سید احمد شہید کے مسلک پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ اور ریاست وحکومت سے متعلق خاص خاص وصیتیں اور ہدایتیں کی ہیں۔ کتاب میں سید احمد شہید اور ان کے رفقا کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ان کے حالات وکمالات درج کیے ہیں۔ (دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۳۴–۳۵؛ غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ص۳۹)۔

۱۲۔ سید شاہ ابواللیث ابن شاہ ابوسعید، سید احمد شہید کے ماموں تھے۔ سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۸۱–۸۳۔

۱۳۔ تذکرۃ الابرار، یہ سیرت علمیہ کا تکملہ ہے۔ سیرت علمیہ سید احمد شہید کے عم محترم سید محمد نعمان (م۱۱۹۳ھ) نے اپنے خاندان کے مورثِ اعلیٰ شاہ علم اللہ اور ان کے اخلاف وخلفا کے حالات میں لکھی تھی۔ بعد ازاں اسی خاندان کے ایک فرد سید فخر الدین (سید ابوالحسن علی ندوی کے دادا، م۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) نے سیرت علمیہ کی تلخیص کی۔ بعد کے زمانے کے حالات کا اضافہ کر کے کتاب کو اپنے عہد تک خاندانی حالات کا ایک جامع مرقع بنا دیا اور اس کا نام تذکرۃ الابرار رکھا۔ غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ص۲۲–۲۳؛ سید ابوالحسن علی ندوی، حیاتِ عبدالحی (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، ص۶۲، ۳۲۱۔

۱۴۔ سید عظیم الدین سید احمد کے ایک ارادت مند جو ان کی معیت میں جہاد کے لیے سرحد کو گئے تھے اور معرکۂ بالاکوٹ تک تمام جنگی معرکوں میں شریک ہوئے۔ دیکھیے: وقائع سید احمد شہید (لاہور: مکتبۂ سید احمد شہید، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)، جلد۱، ۲، بمواضع عدیدہ۔

۱۵۔ سید شاہ علم اللہ (۱۰۳۳ھ–۱۰۹۶ھ) خانوادۂ سادات حسنی رائے بریلی (تکیہ شاہ علم اللہ) کے مورثِ اعلیٰ اور حضرت مجدد الف ثانی کے مشہور خلیفہ اور جانشین شیخ آدم بنوری کے خلیفۂ خاص تھے۔ انھوں نے اپنے اہل وعیال کو نصیر آباد سے رائے بریلی میں سئی ندی کے قریب آباد کیا جو اب تکیہ شاہ علم اللہ کے نام سے معروف ہے۔ ۱۰۷۵ھ میں حج بیت اللہ کے لیے گئے۔ ۱۰۸۲ھ میں دوبارہ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ واپسی میں کعبے کا نقش اور صحیح پیائش ساتھ لائے اور ۱۰۸۳ھ میں اس نقشے اور پیائش کے مطابق اپنے نئے مسکن میں سئی کے کنارے اپنی اولاد کے لیے مسجد تعمیر کی۔ ۱۰۹۶ھ میں عالمگیر کے عہد میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اسی مسجد کے جنوب مشرقی کونے میں مدفون ہوئے (دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۶۹–۷۸؛ ایضاً، حیاتِ عبدالحی، ص۲۲–۲۳)۔ نتائج الحرمین میں سید آدم بنوری اور ان کے خلفا کے احوال ومناقب کے تذکرے کے ضمن میں ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین (شاہ عبدالرحیم کے حالات وکمالات کا تذکرہ) مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۳۵ھ میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص۱۲۔ مزید دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت جلد۴ (کراچی:

مجلس نشریات اسلام، س ن)، ص ۳۷۸–۳۷۹؛ سید محمد الحسنی، تذکرۂ شاہ علم اللہ (لکھنؤ: ندوۃ العلماء، س ن)۔

۱۶۔ مولوی سید حمید الدین (م ۱۲۸۲ھ) عالم و فاضل اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ وہ خواہر زادہ سید احمد شہید تھے اور سفرِ جہاد میں ان کے ہمرکاب تھے۔ انھوں نے میدان جنگ سے اعزہ و احباب کو خطوط (بزبانِ فارسی) بھیجے تھے۔ ان میں سفرِ ہجرت اور جہاد کے واقعات اور میدان جنگ کے حالات سے متعلق نہایت مفصل اور بیش قیمت معلومات درج ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے وقائع سید احمد شہید جلد ۱، ص ۱۲۰۰–۱۲۱۶، ق بعد، ۱۲۵۵، وبمواضع کثیرہ؛ ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم جلد ۱؛ باہدا و اشاریہ (خصوصاً ص ۵۰)۔ مولوی سید حمید الدین کے سفرِ ہجرت و جہاد کے بارے میں دیکھیے: حوالہ مذکورہ، ص ۲۶۴، ۲۷۳–۲۷۶، ۲۴۹، ۲۶۳، ۲۶۸–۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۸–۲۸۰، ۲۸۴–۲۸۶، ۲۸۹، ۲۹۲–۲۹۵، ۲۹۹، ۵۰۲، ۵۳۷؛ نیز ابوالحسن علی ندوی، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص ۹۳۔

۱۷۔ اس کتاب کا مکمل نام منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء (فارسی) ہے۔ تاریخ احمدیہ تاریخی نام ہے جس سے تاریخ تالیف ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۵ء) نکلتی ہے۔ یہ کتاب مولوی سید جعفر علی نقوی ساکن مجھوامیر (ضلع بستی) کی تالیف ہے، جو ایک مدت تک قائد تحریک سید احمد بریلوی کے منشی خانے سے وابستہ رہے۔ مصنف نے نواب وزیر الدولہ مرحوم (والیِ ٹونک) کے عہد میں انھیں کی تحریک سے یہ کتاب لکھی تھی۔ کتاب میں ورج ۱۲۴۵ھ تک کے حالات میں مصنف کا ماخذ معلومات مخزنِ احمدی (مؤلفہ مولوی سید محمد)، مکاتیب سید حمید الدین، اور مجاہدین کے بیانات وروایات اور منشی خانے کے کاغذات ہیں، ۹ رمضان ۱۲۴۵ھ سے ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ تک وہ واقعات کے چشم دید راوی اور بہت سے موقعوں پر خود شریک واقعہ ہیں۔ دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، "کتاب کے مآخذ" سیرت سید احمد شہید جلد ۱، ص ۳۱–۳۲؛ ایضاً، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص ۸۹–۹۱؛ ایضاً، تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم، جلد ۱، ص ۴۹، ۱۱۲، ۱۳۵، ۱۲۰، ۱۷۸، ۲۳۵، ۲۴۹، ۲۵۱ باہدا و اشاریہ؛ غلام رسول مہر، "کتاب کے مآخذ" سید احمد شہید، ص ۱۹–۲۰۔

۱۸۔ خلاصۃ المعارف یہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے خلیفہ سید آدم بنوری (م ۲۳ شوال ۱۰۵۳ھ) کی تصنیف ہے جس کا موضوع تصوف و سلوک کے حقائق و معارف ہے (۲ جلد، فارسی)۔ دیکھیے: عبدالحی، نزھۃ الخواطر جلد ۵ (حیدرآباد دکن: مطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء)، ص ۲؛ ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت جلد ۴، ص ۳۵۹–۳۶۰۔

۱۹۔ نکات الاسرار بھی سید آدم بنوری خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی کی تصانیف میں سے ہے۔ دیکھیے: عبدالحی، نزھۃ الخواطر جلد ۵، ص ۲؛ ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، جلد ۴، ص ۳۶۰۔ اس کتاب کے دو مخطوطے کتاب خانہ پنجاب یونی ورسٹی، لاہور (فہرست مجموعۂ آذر، ص ۸۳، شمارہ ۳۹ و ص ۸۶، شمارہ ۸۱)۔

۲۰۔ وقائع [سید احمد شہید]، مراد ہے جو نواب وزیر الدولہ والیِ ٹونک کے ایما پر مرتب کی گئی۔ والیِ ٹونک نواب وزیر الدولہ (م ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء)) نے، جو سید احمد کے ارادت مندوں میں سے تھے، حادثۂ بالاکوٹ کے بعد سید احمد کے اہل و عیال اور متعلقین کو ٹونک بلوایا اور سید احمد اور ان کی تحریک کی وقائع نگاری کے لیے اولین اقدامات کیے۔ نواب وزیر الدولہ اور ان کے جانشین نواب محمد علی خاں (۱۸۶۴–۱۸۶۷ء؛ م ۱۸۹۵ء) کی کوششوں سے سید احمد اور ان کی تحریک کے احوال و وقائع پر معلومات کی تدوین کا آغاز ہوا۔ چنانچہ سید احمد شہید کے متعلقین، اور مجاہدین کی یادداشتوں اور

مشاہدات پر مبنی تین ضخیم کتابیں: منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء (فارسی)، مخزن احمدی (فارسی؛ مطبع مفید عام، آگرہ ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۳ء) اور وقائع احمدی (اردو) مرتب کی گئیں۔ وقائع احمدی (زمانۂ تالیف ۱۲۷۴ تا ۱۲۷۶ھ) کا نام تاریخ احمدی بھی بیان کیا جاتا ہے۔ تین ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کتاب (قلمی) سید احمد شہید اور ان کی جماعت مجاہدین کے احوال و وقائع کے بارے میں سب سے بڑا ذخیرۂ معلومات اور مخزن تفصیلات خیال کی جاتی ہے۔ اس کی عکسی اشاعت باہتمام سید انور حسین نفیس رقم ۴ ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آ چکی ہے (لاہور: سید احمد شہید اکیڈمی، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)۔ اس کتاب کو والی ٹونک نواب وزیر الدولہ کی طرف سے سید احمد کی تحریک کی وقائع نگاری اور تاریخ نویسی کے لیے مقرر کردہ ایک جماعت نے مرتب کیا تھا۔ سید احمد شہید اور ان کی تحریک کے احوال و وقائع کی تدوین کے لیے والیانِ ٹونک کے اقدامات اور ان کے حاصلات و نتائج کے بارے میں ملاحظہ ہو: ابوالحسن علی ندوی، ''کتاب کے مآخذ''، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۳۰–۳۱؛ غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ص۲۹–۳۱؛ سفیر اختر، ''برصغیر کی تحریک اصلاح و جہاد: سید ابوالحسن علی ندوی کی علمی و تصنیفی کاوشوں کا ایک موضوع''، مرتبہ سفیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات و افکار کے چند پہلو (اسلام آباد: ادارۂ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۲ء)، ص۱۳۱–۱۳۳۔

۲۱۔ تکیہ شریف، شہر رائے بریلی سے مشرق و شمال کی طرف میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر سئی ندی کے کنارے سادات کی ایک چھوٹی سی بستی جو اپنے بانی حضرت سید شاہ علم اللہ (۱۰۳۳ھ–۱۰۹۶ھ) خلیفۂ سید آدم بنوری کے نام کی نسبت سے دائرۂ شاہ علم اللہ کے نام سے موسوم ہے (دیکھیے حاشیہ ۱۵)۔ یہ نو آبادی سید شاہ علم اللہ اور ان کی اولاد و اخلاف کا مسکن اور سید احمد شہید کا مولد و منشا ہے (ولادت ۶ صفر ۱۲۰۱ھ/۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء)۔ اسی دائرۂ شاہ علم اللہ ہی کا دوسرا نام تکیہ کلاں ہے۔ سید احمد شہید کے خاندان کا قبرستان بھی اسی بستی میں ہے۔ سید احمد کے زمانے میں اس بستی کی مسجد جہاد کی تربیت گاہ اور جماعت مجاہدین کی قیام گاہ بن گئی تھی۔ سید صاحب اسی بستی سے سفر جہاد پر روانہ ہوئے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۶۹–۷۰، ۸۶، ۳۰۳–۳۰۶، ۳۲۵–۳۵۰؛ ایضاً، کاروانِ زندگی جلد۱ (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، ص۳۵–۳۹۔

۲۲۔ اس سے تذکرۃ الابرار (مصنفہ حکیم سید فخر الدین خیالی) کا قلمی نسخہ مراد ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی کے ایما پر سید حسن مثنیٰ امروہوی (م ۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء) کی طرف سے مولانا مہر کو یہ کتاب عاریتاً بھجوائی گئی۔ دیکھیے: سید محمد حمزہ حسنی ندوی (مرتب)، مکتوبات مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جلد۱ (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۳ء)، ص۲۲۲۔

۲۳۔ سیرت السادات (فارسی)، سید احمد بریلوی کے خاندان کے افراد کے نام و نسب اور خاندان کے بزرگوں کے حالات کا ایک اہم ماخذ ہے جو اسی خاندان کے ایک رکن مؤرخ و عالم سید فخر الدین خیالی (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کی تصنیف ہے۔ دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۳۶؛ ایضاً، حیات عبدالحی، ص۳۷۔

۲۴۔ گلدستہ محمودی، سید احمد شہید کے خاندان کے انساب میں اسی خاندان کے ایک رکن سید عبدالشکور (۱۲۳۳ھ–۱۲۸۳ھ) کی تصنیف ہے۔ دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۳۵–۳۶۔

۲۵۔ سید محمد علی رامپوری کا شمار سید احمد کے جلیل القدر خلفا میں ہوتا ہے۔ وہ ایک مقتدر عالم اور مقبول و مشہور داعی و مبلغ اور

تحریکِ جہاد و اصلاح کے بے بدل ترجمان تھے۔ سید صاحب کے ساتھ جہاد کے لیے سرحد کو گئے تھے لیکن مقامِ سوات سے انھیں اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو سید صاحب نے اپنا سفیر بنا کر ہدایت و اصلاح کے لیے جنوبی ہند (حیدرآباد دکن، مدراس) بھیجا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں نواب مبارزالدولہ بھی شامل تھے۔ محرم ۱۲۴۵ھ میں وہ مدراس پہنچے اور ترویجِ حق اور اشاعتِ توحید و سنت کا کام شروع کیا۔ شہر کے رؤسا و امرا کی ایک معتد بہ تعداد ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔ صوبۂ مدراس میں ان کے قیام و دعوت کے بڑے عمیق اثرات مرتب ہوئے۔ بالاکوٹ کے حادثے کی خبر سن کر مدراس میں اپنے جانشین مقرر کر کے اپنے وطن رامپور چلے آئے۔ چار برس بعد دوبارہ مدراس کا قصد کیا۔ اس بار انھیں اہلِ بدعت کی طرف سے شدید مزاحمت و مخالفت کا سامنا ہوا۔ مولوی جمال الدین لکھنوی اس مخالفانہ تحریک کے قائد تھے۔ چنانچہ سید محمد علی کی تکفیر ہوئی، تقویۃ الایمان جلائی گئی۔ آخر کار پولیس کے جبر اور فتنے سے بچنے کے لیے انھیں مدراس چھوڑنا پڑا ۱۲۵۱ھ میں وطن واپس پہنچے اور اصلاح و ارشاد میں مشغول رہ کر ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مولوی محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی (پنڈی بہاء الدین، ضلع گجرات: رسالہ صوفی، س ن)، ص ۵۵، ۱۴۰، ۱۵۰–۱۵۵؛ ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد ۲، ص ۵۴۲، ۵۳۹–۵۴۰؛ وہی مصنف، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص ۴۰–۴۳۔

۲۶۔ وقائعِ احمدی (بزبانِ اردو، زمانۂ تالیف ۱۲۷۴ھ تا ۱۲۷۶ھ) کے بارے میں دیکھیے اوپر حاشیہ ۴۰۔

۲۷۔ سید علم اللہ خلیفۂ سید آدم بنوری مراد ہیں۔ دیکھیے اوپر حاشیہ ۱۵۔

۲۸۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ–۱۲۳۹ھ/۱۷۴۵ء–۱۸۲۴ء) نے منشی خیر الدین لکھنوی (سرائے معالی خاں، لکھنؤ) کے نام اپنے مکتوب میں فرضیتِ حج سے متعلق اپنے بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہید اور داماد مولانا عبدالحی بڈھانوی (م ۸ شعبان ۱۲۴۳ھ بمقام ٹہر، علاقۂ سوات)، جن کا شمار تحریکِ مجاہدین کے قائد سید احمد شہید کے معتمد ترین رفقا و اعاظم خلفا میں ہوتا ہے کی صریح لفظوں میں تصویب و تائید فرمائی ہے۔ شاہ عبدالعزیز کے آخر زمانے میں، جب کہ مسلمانوں کا انحطاط اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا، دارالسلطنت دہلی سے کلکتے تک برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج کا تسلط قائم ہو چکا تھا بعض علمانے فریضۂ حج کی عدمِ فرضیت اور ہندوستان کے مسلمانوں کے ذمے سے اس کے ساقط ہو جانے کا باضابطہ فتویٰ دے دیا تھا۔ لکھنؤ کے ایک دیندار مسلمان منشی خیر الدین نے اس بارے میں ایک استفتاء مرتب کر کے علما کی خدمت میں ارسال کیا۔ بعض علمانے حج کی عدمِ فرضیت کا فتویٰ دیا۔ مولانا عبدالحی بڈھانوی اور مولانا شاہ اسمٰعیل نے مدلل اور پرزور طریقے سے اس فتوے کو رد کیا اور حج کی فرضیت کا فتویٰ جاری کیا۔ منشی خیر الدین نے یہ فتوے برائے ملاحظہ شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں دہلی بھیجے۔ جواباً شاہ عبدالعزیز نے صریح لفظوں میں مولانا عبدالحی اور مولانا شاہ اسمٰعیل کے جوابات کی بڑی قوت سے تائید و توثیق فرمائی۔ اس مکتوب سے سید احمد شہید کے ان دونوں رفقا کے علمی تبحر و عظمت اور صحیح منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس خط میں شاہ عبدالعزیز نے مولانا عبدالحی کو شیخ الاسلام اور مولانا شاہ اسمٰعیل کو حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے اور دونوں کو تاج المفسرین، فخر المحدثین سرآمد علمائے محققین کا خطاب دیا ہے اور لکھا ہے کہ "یہ دونوں حضرات تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، منطق وغیرہ میں اس فقیر (شاہ عبدالعزیز) سے کم نہیں ہیں۔ جنابِ باری کی جو عنایت ان دونوں بزرگوں کے شاملِ حال ہے اس کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں کو علمائے ربانی میں شمار کرو اور جو اشکال حل نہ ہوں، ان کے سامنے پیش کرو۔ بظاہر ان کلمات سے اپنی تعریف نکلتی ہے لیکن امرِ حق کا اظہار واقفوں پر واجب

ہے۔" شاہ عبدالعزیز کے مذکورہ مکتوب کے متن نیز اس کے پس منظر اور مندرجات کے جائزے کے لیے دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص ۱۲۰–۱۲۱، ۲۰۰–۲۰۳؛ ایضاً، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص ۱۱۔ مزید دیکھیے: غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ص ۱۷۶–۱۷۹۔

۲۹۔ مولانا ولایت علی عظیم آبادی (م۱۸۵۴ء) کا شمار سید احمد شہید کے اکابر خلفا میں ہوتا ہے۔ بالفاظ ابوالحسن علی ندوی: "سید صاحب کے بعد آپ ہی نے سب سے زیادہ آپ کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کیا اور آپ کے خاندان نے سید صاحب کی محبت کا سب سے گراں قیمت اور سب سے بھاری تاوان ادا کیا"۔ دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص ۴۵۔ سید احمد شہید کی شہادت کے بعد شیخ ولی محمد پھلتی کو جماعت مجاہدین کا امیر منتخب کیا گیا جب کہ تحریک جہاد کی عملی قیادت مولوی نصیر الدین منگلوری نے کی۔ ان کی شہادت (۱۸۳۹ء) کے بعد مولوی سید نصیر الدین دہلوی (داماد شاہ اسحٰق دہلوی) تحریک جہاد کی قیادت کے لیے منتخب ہوئے۔ انھوں نے مجاہدین کو از سر نو منظم کیا اور سندھ اور افغانستان کے محاذ پر سکھوں اور انگریزوں کے خلاف معرکہ زن رہے اور غزنی میں انگریزوں کے مقابلے میں شہید ہوگئے (۲۱ جولائی ۱۸۳۹ء)۔ (اکرام، موجِ کوثر، ص ۴۰–۴۵)۔ مولوی سید نصیر الدین دہلوی کی وفات (۲۱ جولائی ۱۸۳۹ء) کے بعد تحریک جہاد کا ایک دور ختم ہوگیا۔ شاہ محمد اسحٰق دہلوی نواسہ و جانشین شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۲۷ رجب ۱۲۶۲ھ) کی خاندانِ ولی اللٰہی کے باقی افراد کے ساتھ مکہ معظمہ کو ہجرت (۱۲۵۸ھ) کے ساتھ ہی تحریک جہاد کا صدر مقام دہلی سے عظیم آباد (پٹنہ) منتقل ہوگیا۔ تحریک جہاد کی ذمہ داری عظیم آباد کے صادق پور خاندان کو منتقل ہوگئی۔ سید صاحب کی تحریک جہاد کو سب سے بڑی مدد پٹنہ کے صادق پور خاندان کے دو باہمت بھائیوں مولوی ولایت علی اور مولوی عنایت علی سے ملی تھی۔ مولوی ولایت علی (ولادت ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء–۱۷۹۱ء) لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے کہ سید احمد وہاں تشریف لائے، ان کی دعوت و تحریک سے متاثر ہو کر ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور تعلیم چھوڑ کر مرشد کے ساتھ رائے بریلی چلے گئے۔ ایک متمول خاندان سے تھے لیکن بیعت کے بعد نہایت سادگی اور محنت کشی کی زندگی اختیار کی۔ ان کے اثر سے ان کے والد، بھائی (مولوی عنایت علی) اور خاندان کے دوسرے افراد سید صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ رائے بریلی میں سید صاحب کے ساتھ قیام کے زمانے میں شاہ اسمٰعیل شہید سے حدیث کا درس لیا۔ سید صاحب حج کو تشریف لے گئے تو آپ وطن میں دعوت و اصلاح کے فرائض انجام دیتے رہے پھر سید صاحب کے ہمرکاب جہاد کے لیے سرحد کو گئے۔ لیکن جلد ہی سید صاحب نے انھیں جنوبی ہند (حیدرآباد دکن) کی طرف دعوت و تبلیغ کے لیے بھیج دیا۔ بالاکوٹ کے حادثے کے بعد عظیم آباد لوٹ گئے اور بلاد مشرقی میں سید صاحب کی تحریک اصلاح و جہاد کو پھر سے منظم کیا۔ شہر پٹنہ میں قرآن و حدیث کا درس جاری کیا اور اصلاح باطنی، تزکیۂ نفس اور تعلیم سلوک میں مصروف رہے۔ انھیں کی کوششوں سے شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمۂ قرآن اور شاہ اسمٰعیل کے رسائل پہلی مرتبہ طبع و شائع ہوئے۔ پھر حج کے لیے گئے اور اسلامی ممالک (نجد و عسیر، مسقط، حضرموت وغیرہ) کی سیر کی اور اپنی تعلیم مکمل کی۔ صنعاء میں امام قاضی محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) سے حدیث کی سند لی (مولوی محمد جعفر تھانیسری، مخزن احمدی، ص ۱۶۰)۔ حج سے واپسی پر سرحد سے مجاہدین اور سید ضامن شاہ والی کاغان سے کمک کی درخواست آئی۔ پہلے اپنے بھائی مولوی عنایت علی (م ۱۸۵۸ء) کو اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ (م ۱۹۰۲ء) اور دیگر رفقا کے ساتھ گلاب سنگھ کے مقابلے کے لیے سرحد بھیجا (جولائی ۱۸۴۳ء)۔ تین سال بعد خود علاقۂ مجاہدین میں پہنچ گئے (۹ اکتوبر ۱۸۴۶ء) اور تحریک کی امارت سنبھال لی۔ مدۂ وب کی

جنگ (جنوری ۱۸۴۷ء) میں، جس میں انگریزوں نے سکھوں کا (گلاب سنگھ کی قیادت میں) ساتھ دیا، مجاہدین کو ناکامی ہوئی اور بہت سے علاقے چھن گئے۔ اس کے بعد دونوں بھائیوں کو انگریز سپاہیوں کی حراست میں عظیم آباد پہنچا دیا گیا۔ جہاں ان سے دو سال کے مچلکے لیے گئے۔ مچلکوں کی مدت ختم ہونے کے بعد انھوں نے یکم ستمبر ۱۸۴۹ء کو عظیم آباد سے مستقلاً ہجرت کی اور ۱۰ فروری ۱۸۵۱ء کو ستھانہ پہنچے محرم ۱۲۶۹ھ/ ۵ نومبر ۱۸۵۲ء کو بعارضۂ خناق انتقال کیا۔ اگرچہ مولانا ولایت علی کی زندگی کے بیشتر اوقات وعظ و تبلیغ اور تنظیماتِ جہاد میں گذرے تاہم انھوں نے اردو، فارسی، اور عربی میں متعدد رسائل بھی تصنیف کیے: ۱۔ رسالۂ ردِ شرک (فارسی)؛ ۲۔ رسالہ عمل بالحدیث (فارسی)؛ ۳۔ رسالہ اربعین فی المہدیین (عربی)؛ ۴۔ رسالۂ دعوت (اردو)؛ ۵۔ رسالہ تیسیر الصلوۃ (اردو)؛ ۶۔ رسالہ شجرۂ بالثمرہ (اردو)؛ ۷۔ رسالہ تبیلی المعترک (اردو)، جو مجموعۂ رسائل تسعہ (مطبوعہ مطبع فاروقی، دہلی) کے عنوان سے یکجا شائع ہوئے۔ مولانا ولایت علی کا خاندان سید احمد کے سچے مخلص معتقدوں اور اسلام کے مجاہدوں کا خاندان تھا۔ اس خاندان کے افراد نے فرداً فرداً اور بحیثیت مجموعی سید صاحب کی تحریک جہاد و اصلاح سے وفاداری اور جانثاری کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر ہندوستان کے کسی دوسرے خاندان میں نہیں ملتی۔ مولانا ولایت علی کے احوال و وقائع کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے: مولوی محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی، ص ۳۲، ۵۱، ۱۴۰، ۱۵۵–۱۶۷؛ مولانا غلام رسول مہر، سر گذشت مجاہدین، ص ۲۱۳–۲۱۹، ۲۲۲–۲۲۳، ۲۳۸–۲۴۳، ۲۵۰–۲۶۳، ۲۶۵–۲۶۵؛ سید ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید، جلد ۱، ص ۲۹۶، ۳۰۴، ۳۰۷–۳۰۷؛ جلد ۲: ص ۵۷–۵۸، ۵۲۲، ۵۲۴؛ ایضاً، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص ۴۲–۵۱؛ شیخ محمد اکرام، موجِ کوثر، ص ۴۵–۴۷، ۶۱–۶۲؛ مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۲۱–۲۳، ۲۲–۷۵۔

۳۰۔ تاریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی: مولوی محمد جعفر تھانیسری اسیر پورٹ بلیئر و مجرم مقدمۂ سازش کی تصنیف ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جو سید صاحب کے حالات و وقائع میں مقبول و مشہور ہوئی۔ پہلی بار مطبع فاروقی دہلی سے اور بعد ازاں دو بار مجلہ رسالہ صوفی، پنڈی بہاء الدین (ضلع گجرات) سے شائع ہوئی (طبع ہلالی سٹیم پریس، ساڈھورہ، ضلع انبالہ)۔

۳۱۔ نتائج الحرمین سید آدم بنوری خلیفۂ اعظم سید احمد سرہندی کے ایک ارادت مند شیخ محمد امین بدخشی (ولادت ۱۰۲۰ھ۔ وفات بعد از ۱۰۹۰ھ، مصر) کی تالیف ہے جو انھوں نے حرمین شریفین میں اپنے چالیس سالہ قیام کے اثنا میں تصنیف کی۔ نتائج الحرمین دراصل سید آدم بنوری کے مواعظ و ارشادات، اقوال و مکاتیب کا مجموعہ ہے جس میں ان کے خلفا کے احوال کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ نتائج الحرمین کی تیسری جلد ہی کا دوسرا نام مناقب الحضرات ہے، جو دراصل ایک مستقل تصنیف کا وجود رکھتی ہے۔ اس کو فاضل محقق صاحبزادہ محسن نظامی نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے اور کتاب کے تعارف نیز اس کے مؤلف کے بارے میں محققانہ دیباچہ (ص ۱۹–۵۴) تحریر کیا ہے، جسے خانقاہ فتحپور (گلہار، ضلع کوٹلی، آزاد کشمیر) نے مناقب الحضرات: تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ کے عنوان سے شائع کیا ہے (۲۰۰۲ء)۔ صاحبزادہ محسن نظامی نے نتائج الحرمین کو سلسلۂ مجددیہ کی تعلیمات و تاریخ کی ایک معتبر دستاویز اور معتبر تذکرہ قرار دیا ہے (دیباچہ، ص ۱۹) مگر ممتاز محقق و تاریخ نگار شیخ محمد اکرام کی رائے میں: "مناقب الحضرات میں آپ [شیخ آدم بنوری] کے حالات شیخ محمد امین بدخشی نے بڑے غلو سے بلکہ تاریخی صحت کو نظر انداز کر کے لکھے ہیں۔"

دیکھیے: شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۶ء)، ص۳۴۔
نتائج الحرمین کی تیسری جلد (مناقب الحضرات) میں سید آدم بنوری کے خلفا و مریدین کے تذکرے کے ضمن میں سید احمد بریلوی کے خاندان کے مورثِ اعلیٰ سید علم اللہ (بانی تکیہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی) کے احوال و مناقب بخصوصاً ۱۰۵۴ھ میں مکہ مکرمہ میں سید آدم بنوری سے ان کی ملاقات کا ذکر بھی آیا ہے۔ دیکھیے: مناقب الحضرات: تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ، ص۳۰۱، ۳۰۶–۳۰۸۔ مگر یہاں مناقب الحضرات کے فاضل مترجم نے شاہ علم اللہ کا نام سید علیم اللہ لکھا ہے۔ شاید ان کے زیرِ نظر بعض مخطوطات میں کاتبوں کے سہوِ قلم کے سبب یہ نام اسی طرح درج ہوا ہو۔ مزید دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۲۹ (حاشیہ۱) تا ۴۷۔

۳۲۔ دیکھیے حاشیہ۲۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم، جلد۱، ص۹۰–۹۲، ۹۹–۱۰۹؛ ایضاً، کاروانِ زندگی جلد۱، ص۳۵–۳۹۔

۳۳۔ مولوی سید جعفر علی نقوی (۱۲۱۸ھ تا ۱۲۸۸ھ/ اواخر نومبر یا اوائل دسمبر ۱۸۷۱ء) مجھامیر (ضلع بستی) میں پیدا ہوئے اور ستر برس کی عمر میں اپنے وطن ہی میں وفات پائی۔ سید جعفر علی نقوی بستی کے ممتاز علمائے وقت میں تھے۔ ان کے والد بھی سید احمد سے بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے تھے۔ جب سید احمد سرحد تشریف لے گئے تو سید جعفر علی مہاجرین و مجاہدین کے ایک قافلے کے ساتھ واقعۂ بالاکوٹ (۱۸۳۱ء) سے تقریباً سوا برس پہلے ۹ رمضان المبارک ۱۲۴۵ھ کو امب کے مقام پر مجاہدین سے جا ملے۔ سید جعفر علی جید عالم اور مشاق محرر تھے، چنانچہ اپنی علمیت اور تحریری قابلیت کی بنا پر سید صاحب کے کاتبِ خاص مقرر ہوئے تھے۔ وہ بالاکوٹ کے معرکے (۱۸۳۱ء) تک سید احمد کے ساتھ رہے۔ بالاکوٹ کے حادثے کے بعد اپنے وطن مجھامیر (ضلع بستی) چلے آئے اور ساری عمر اصلاح و ارشاد اور دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے۔ انھوں نے اپنے وطن مجھامیر کے نواح میں کرمی (ضلع بستی) میں ایک مدرسہ ہدایۃ المسلمین کے نام سے قائم کیا۔ ان سے متعدد تصانیف یادگار ہیں: ۱۔ ایک مختصر مطبوعہ رسالہ در بیان حلت و حرمت جانورانِ قسم سائبہ و بحیرہ وغیرہ (اردو) ۲۔ منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء (فارسی)۔ مؤخر الذکر سید احمد شہید اور ان کے رفقا (مہاجرین و مجاہدین) کے حالات و وقائع کے تذکرے پر محیط ہے (دیکھیے اوپر حاشیہ ۱۷)۔ مولوی سید جعفر علی نقوی کے احوال و آثار کے بارے میں ملاحظہ ہو: ابوالحسن علی ندوی، سیرتِ سید احمد شہید، ص ۳۱ تا ۳۲؛ وہی مصنف، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص۸۹ تا 91؛ وہی مصنف، تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم جلد۱، ص۴۹، ۱۱۲، ۱۳۵، ۱۶۰، ۱۷۸، ۲۳۵، ۲۳۹، ۲۵۱۔ بمدد اشاریہ۔

۳۴۔ دیکھیے حاشیہ ۱۷۔

۳۵۔ یہاں ہجرت کی تاریخ سے متعلق مولوی جعفر علی کا بیان نقل کرنے میں مکتوب نگار سے تسامح ہوا ہے۔ جمادی الثانیہ ۱۲۴۱ھ نہیں بلکہ ۱۲۴۰ھ ہونا چاہیے، جیسا کہ مابعد سطور میں مکتوب نگار نے بہ روایت مولوی جعفر علی ہجرت کی تاریخ ۷ جمادی الثانیہ ۱۲۴۰ھ درج کی ہے۔

۳۶۔ دیکھیے حاشیہ ۱۲۔

۳۷۔ مولانا غلام رسول مہر کی تحقیق و تفحص کے مطابق سید احمد غازیوں کی جماعت کے ساتھ ۷ جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ/ ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو اپنے وطن تکیہ، رائے بریلی سے سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے۔ دریائے جمنا عبور کر کے گوالیار، ٹونک، اجمیر، پالی،

جودھپور،عمر کوٹ، میرپور، ٹنڈو اللہ یار، حیدر آباد، رانی پور سے ہوتے ہوئے ۱۷ ذی قعدہ ۱۲۴۱ھ/ ۲۳ جون ۱۸۲۶ء کو پیرکوٹ پہنچے وہیں سے ۳۰ ذی قعدہ/ ۶ جولائی کو بروز جمعہ دریائے سندھ عبور کر کے نماز جمعہ ادا کی۔ دو تین روز کے بعد ۲/ ۳ ذوالحجہ کو شکار پور پہنچ گئے۔سید صاحب نے ۱۰ ذی الحجہ کو عید الاضحٰی کی نماز جماعت مجاہدین کے ساتھ شکار پور میں ادا کی بلکہ اہل شہر کی درخواست پر نماز عید کی امامت فرمائی۔ یوں اس سفر پر ایک سال پانچ ماہ کی نہیں بلکہ پانچ مہینے کی مدت صرف ہوئی تھی (تفصیل کے لیے دیکھیے: غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ص۲۶۸، ۲۹۰–۲۹۳)۔ سید احمد کے سفر ہجرت اور شکار پور پہنچنے کی تاریخوں سے متعلق مولانا مہر کی تحقیق کو ابوالحسن علی ندوی نے قبول کیا ہے۔ دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۱، ص۴۲۹، ۴۷۸–۴۸۰۔

۳۸۔ سید احمد کے خلیفۂ اجل اور معتمد دست راست مولانا شاہ اسمٰعیل شہید (م۱۸۳۱ھ) مراد ہیں۔ دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت حصہ ششم، جلد۲، ص۳۸۸ تا ۳۸۹۔

۳۹۔ دیکھیے حاشیہ ۲۶۔

۴۰۔ مصنفہ غلام رسول مہر (لاہور: کتاب منزل، س ن)۔

۴۱۔ غلام رسول مہر کی تصنیف سید احمد شہید پر ابوالحسن علی ندوی کے تبصرے کے لیے دیکھیے: ماہنامہ الفرقان لکھنؤ (ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ)، ص۳۵–۵۱۔

۴۲۔ مولانا محمد منظور نعمانی (۱۹۰۵ء–۱۹۹۷ء)، بانی مدیر مجلّہ الفرقان (لکھنؤ)۔ ہندوستان کے جید عالم اور کثیر التصانیف مصنف۔ ان کی تصانیف میں سے چند کے عنوانات حسب ذیل ہیں: اسلام کیا ہے؟ (۱۹۵۲ء)؛ دین و شریعت (۱۹۵۸ء)؛ معارف الحدیث (۶ جلدیں)؛ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید پر معاندین کے الزامات (۱۹۵۷ء)؛ ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت (۱۹۸۴ء)؛ مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگذشت اور اب میرا موقف (۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)۔

۴۳۔ سید ابوالحسن علی کے برادر معظم ڈاکٹر سید عبدالعلی (۱۳۱۱ھ–۱۳۸۰ھ تا ۱۸۹۳ء–۱۹۶۱ء)۔ سید عبدالعلی نے ابتدائی تعلیم اور عربی و فارسی کی کتب اپنے نانا سید عبدالعزیز اور دادا مولانا حکیم سید فخرالدین خیالی سے پڑھیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے اپنے والد حکیم سید عبدالحی اور دوسرے اساتذہ سے درسیات کی تکمیل کی۔ محدث یمانی شیخ حسین ابن محسن انصاری کو اولیات سنا کر حدیث کی اجازت حاصل کی۔ بعد ازاں دارالعلوم دیوبند سے مولانا محمود حسن سے بخاری و ترمذی اور مولانا انور شاہ کشمیری سے ابو داؤد پڑھی۔ طب کی تحصیل اپنے والد اور دادا سے کی، چھے ماہ تک دہلی میں حکیم اجمل خاں کی خدمت میں بھی رہے۔ مولانا عبدالعلی نے عربی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید انگریزی تعلیم کی تحصیل بھی جاری رکھی۔ لکھنؤ کے ایک مشنری سکول سے ۱۹۱۵ء میں میٹرکیولیشن کا امتحان پاس کیا۔ کیننگ کالج لکھنؤ سے انٹرمیڈیٹ (ایف ایس سی) کا امتحان ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں اور اسی کالج سے بی ایس سی کا امتحان ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں کنگ جارج میڈیکل کالج لکھنؤ میں داخل ہو گئے۔ اسی زمانے میں (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) انھوں نے تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں تدریس کی خدمت بھی انجام دی۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء میں میڈیکل کالج کی تعلیم سے فراغت حاصل کی اور لکھنؤ میں مطب کا آغاز کیا۔ سید عبدالعلی اپنے والد کی وفات پر ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ/ دسمبر ۱۹۲۳ء کو ندوۃ العلماء کے رکن انتظامی منتخب ہوئے تھے۔ ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء میں نائب ناظم اور تین سال بعد جون ۱۹۳۱ء سے ناظم

ندوۃ العلماء منتخب ہوئے۔ وہ مئی ۱۹۶۱ء میں اپنی وفات تک مسلسل تیس سال تک ندوۃ العلماء کی نظامت کے منصب پر فائز رہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، حیات عبدالحی مع ضمیمہ مختصر حالات مولوی ڈاکٹر سید عبدالعلی، ص۴۳۴–۳۹۸؛ ایضاً، شخصیات و کتب (لکھنؤ: کلیۃ اللغۃ العربیۃ وآدابہا، ندوۃ العلماء لکھنؤ، س ن)، ص۸۰–۹۱۔

۴۴۔ مولانا مسعود عالم ندوی مارچ ۱۹۵۴ء کے اوائل میں اپنے پاسپورٹ کی توسیع وتجدید کے سلسلے میں راولپنڈی سے کراچی پہنچے تھے۔ کراچی میں قیام کے دوران میں ۱۶ مارچ ۱۹۵۴ء کو اسی مرض کا شدید دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ ۱۷ مارچ کی صبح انھیں اسی شہر میں دہلی کے پنجابی سوداگران کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ ملاحظہ ہو: اختر راہی، مسعود عالم ندوی: سوانح و مکتوبات، ص۳۳–۳۵۔

۴۵۔ مکتوب نگار مسعود عالم ندوی کی تصنیف ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک مراد ہے۔

۴۶۔ سید اکبر شاہ ابن سید شاہ گل ابن سید ضامن شاہ کا تعلق سادات ستھانہ (صوبۂ سرحد) سے تھا۔ یہ سادات کرام سید علی ترمذی غوث بونیر کے اخلاف میں سے تھے۔ سید اکبر کے جد امجد سید ضامن شاہ (ولادت نواح ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۵ء) اپنے آبائی وطن تختہ بند سے نکل کر ستھانہ (بونیر کے علاقے میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع ایک مقام) میں آکر آباد ہوگئے تھے۔ اوتمان زئیوں نے انھیں ستھانہ کی اراضی دے دیں، جہاں انھوں نے ایک آبادی قائم کی۔ سادات ستھانہ کا خاندان دینی و دنیوی وجاہت میں اس عہد کے بلندترین گھرانوں میں شمار ہوتا تھا۔ جزارے کا بڑا حصہ اس خاندان کا معتقد تھا۔ سید احمد جب اس علاقے میں پہنچے تو خاندان کی سیادت سید اکبر شاہ کے ہاتھ میں تھی۔ سید اکبر شاہ کی سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید سے ۱۸۲۷ء سے مکاتبت جاری تھی۔ ۱۸۳۰ء میں سید اکبر کی دعوت پر امیر المجاہدین سید احمد تربیلے کے علاقے سے ستھانہ منتقل ہوگئے۔ سید صاحب کی دعوت وتحریک کے ساتھ اس خاندان نے اخیر تک وفاداری اور شیفتگی اور ایثار وقربانی کا ثبوت دیا۔ بالاکوٹ کے معرکے اور سید صاحب کی شہادت کے بعد ستھانہ مجاہدین کی پناہ گاہ اور سارے ہندوستان میں جہاد وہجرت کا صدر مقام تھا اور یہی سادات ستھانہ ان مجاہدین اور غریب الوطن مجاہدین کے اعوان وانصار تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی، ص۱۱۵–۱۱۶، ۱۲۲؛ وقائع سید احمد شہید، ص۱۱۹۶ بعد، ۱۴۰۳ بعد؛ غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ص۵۳۶–۵۳۹؛ ایضاً، سرگذشت مجاہدین، ص۲۹۲، وبمواضع عدیدہ۔ سید اکبر شاہ کو علاقے کے تمام قبائل نے ۱۸۴۹ء میں زیریں جزارہ کا بادشاہ منتخب کیا تھا۔ یہ بادشاہی انگریزی اقدامات کی وجہ سے ختم ہوگئی تو اہل سوات نے بالاتفاق انھیں بادشاہ بنا لیا۔ وہیں ۱۸۵۷ء میں وہ فوت ہوئے۔ تفصیلی معلومات کے لیے دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید جلد۲، ص۳۶، ۱۲۲، ۱۲۴–۱۲۸، ۱۸۵، ۱۸۶، ۳۴۷؛ قیام الدین احمد، ہندوستان میں وہابی تحریک، مترجم محمد مسلم عظیم آبادی (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۶ء)، ص۹۱–۹۲؛ سید عبدالجبار شاہ ستھانوی، کتاب العبرۃ صوبہ سرحد کی چار سو سالہ تاریخ، ۱۵۰۰ تا ۱۹۰۰ء (اسلام آباد: یوسف اکادمی، ۲۰۱۱ء)، ص۲۶۱–۲۷۰، ۳۰۹–۳۳۰؛ شفیع صابر، تذکرۂ سرفروشان سرحد (پشاور: یونی ورسٹی بک ایجنسی، س ن)، ص۱۰۳–۱۱۰۔ مزید دیکھیے: قیام الدین احمد، *The Wahabi Movement in India* (نئی دہلی: منوہر پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ص۱۹۱؛ سید معین الحق، *Ideological Basis of Pakistan* (کراچی: پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، ۱۹۸۲ء)، ص۳۶۔

۴۷۔ اعلام نامہ ایک قلمی رسالہ مؤرخہ ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء جو میدان جنگ سے ہندوستانی مجاہدین نے اپنے اہل ملت و وطن کے نام ارسال کیا تھا، جس پر کاتب کا نام امام علی درج ہے۔ دراصل یہ ایک اپیل ہے جو مجاہدین مقیم سرحد نے مسلمانان ہند کے نام بھیجی تھی (مخطوطہ کتاب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن)۔ دیکھیے: مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص۸۹، ۲۰۱۔

۴۸۔ مثنوی شہر آشوب (فارسی)، جماعت مجاہدین پٹنہ کے رکن رکین مولانا احمد اللہ صادق پوری (م ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) کے بیٹے حکیم عبدالحمید عظیم آبادی (۱۲۳۵ھ – ۱۳۴۳ھ) کی تصنیف ہے۔ اس مثنوی میں مصنف نے اپنے خاندان کی تباہی و بربادی کا حال بیان کیا ہے۔ مصنف کے چچا مولانا یحییٰ علی صادق پوری (۱۲۳۸ھ – ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ء) اور قریبی عزیز مولانا عبدالرحیم صادق پوری (۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء تا ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) کو انبالہ کے مشہور مقدمے (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء) میں جسے انگریزوں نے "وہابیوں" کا سب سے بڑا مقدمہ قرار دیا تھا، حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔ انبالہ کے مقدمے میں مولانا یحییٰ علی کو سب سے بڑا ملزم ٹھہرایا گیا تھا۔ ایک سال بعد دوسرے مقدمۂ سازش پٹنہ (۱۸۶۵ء) مصنف کے والد مولانا احمد اللہ کو بھی ویسی ہی سزا سنائی گئی۔ مولانا یحییٰ علی اور مولانا احمد اللہ کا وہیں کالے پانی میں انتقال ہو گیا۔ مصنف کے خاندان کی جائیدادیں غیر منقولہ تو سب ہی ضبط ہو گئیں۔ مکانات، مساجد اور قبرستان مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیے گئے۔ مولانا احمد اللہ کا قیمتی کتب خانہ بھی ضائع کر دیا گیا۔ خود حکیم عبدالحمید کا مختصر دواخانہ بھی ضبط کر لیا گیا۔ غرضیکہ صادق پور کا کل کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ حکیم عبدالحمید نے، جو اس وقت نوجوان تھے اور بعد میں ادیب و طبیب کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، اپنی مثنوی میں اس بے کسی اور خانہ ویرانی کی دردناک منظر کشی کی ہے۔ علمائے صادق پور پر انگریزی حکومت کی طرف سے ڈھائے جانے والے روح فرسا مظالم کے بارے میں دیکھیے: محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی، ص۱۲۷؛ مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص۱۳۳–۱۴۲، ۱۴۶–۱۵۰؛ غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ص۳۵۵–۳۵۷، ۳۸۴–۳۹۰۔ مزید دیکھیے: ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر (W. W. Hunter)، ہمارے ہندوستانی مسلمان، مترجم صادق حسین (لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۴۶ء)، ص ۱۲۶–۱۴۷؛ ایضاً، "The Indian Conspiracy of 1864"، کلکتہ ریویو (۱۸۶۴ء): ۴۰–۷۹؛ ٹی ای ریونشا (T. E. Ravenshaw)، *Selections from the Records of the Government of Bengal, no. 42, Papers Connected with the Trial of Maulvi Ahmadullah of Patna and Others for Conspiracy and Treason [1864–1865]* (کلکتہ: علی پور جیل پریس، ۱۸۶۶ء)؛ معین الدین احمد خاں (مرتب)، *Selections from Bengal Government Records on Wahabi Trials [1863–1870]* (ڈھاکہ: ایشیاٹک سوسائٹی اوف پاکستان، ۱۹۶۱ء)؛ پی ہارڈی (P. Hardy)، *The Muslims of British India* (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۲ء)، ص۸۴۔

۴۹۔ اس سے مولانا عبدالرحیم صادق پوری (۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء تا ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) اسیر پورٹ بلیر انڈمان و متہم مقدمۂ سازش ۱۸۶۴ء کی تصنیف الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور معروف بہ تذکرۂ صادقہ (اردو) مراد ہے۔ مصنف ۱۸۸۳ء میں رہا ہوئے۔ رہائی کے کئی سال بعد نہایت پریشان کن حالات میں یہ کتاب لکھی جو پہلی بار ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں الہ آباد میں چھپی۔ دوسرا ایڈیشن ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں نکلا جب کہ تیسرا ایڈیشن باہتمام مولانا حکیم عبدالخبیر

(مطبوعہ دی آزاد پریس پٹنہ) ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء میں نکلا۔ تیسرے ایڈیشن میں مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے ایک تقریظ بھی شامل ہے۔ یہ مصنف (مولانا عبدالرحیم) کے خاندانی حالات اور سید احمد رائے بریلوی کے خلفا و متبعین کی پرجوش و سرفروش مخلص اور کارگزار جماعت اہل صادق پور کا تذکرہ ہے اور جماعت مجاہدین صادق پور کی تاریخ کا ایک اہم ماخذ ہے۔ دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، ۱:۶، ص۵۳؛ معین الدین عقیل، تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ، ص۱۴۳، ۵۱۷؛ مہر، سید احمد شہید، ص۳۹۔

۵۰۔ ڈاکٹر عظیم الدین احمد (۱۸۸۰ء–۱۹۴۹ء)، حکیم عبدالحمید مرحوم مؤلف مثنوی شہر آشوب کے نواسے، عربی و فارسی کے ممتاز محقق۔ انھوں نے ۱۹۰۰ء میں پٹنہ کالج سے بی اے کیا اور ۱۹۰۲ء میں خدا بخش لائبریری میں کیٹلاگر ہو گئے۔ ۱۹۰۹ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک اسکالر شپ پر جرمنی گئے اور لائپزگ یونی ورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری عربی لسانیات میں حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں ہندوستان واپس ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں لاہور کے اورینٹل کالج میں بطور پروفیسر عربی مقرر ہوئے اور جون ۱۹۱۹ء تک اسی کالج سے وابستہ رہے۔ وہاں سے واپس آکر پٹنہ کالج میں شعبۂ عربی و فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور ایک عرصے تک بطور استاد اس کالج سے منسلک رہے۔ بعد ازاں خدا بخش لائبریری سے وابستہ ہوئے۔ عربی زبان و ادب کے ساتھ ساتھ انھیں شاعری، موسیقی اور مصوری سے بھی لگاؤ تھا۔ ان کا مجموعۂ کلام گلِ نغمہ کے نام سے چھپ چکا ہے۔ پٹنہ کالج سے اردو کا علمی و تحقیقی مجلّہ معاصر انھیں کی ادارت میں نکلتا تھا۔ انھوں نے مستشرق بروکلمان کی تصنیف *Semitische Sprachwissenschaft* کا جرمن سے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: غلام حسین، تاریخ یونی ورسٹی اورینٹل کالج لاہور (لاہور: جدید اردو ٹائپ پریس، ۱۹۶۲ء)، ص۱۵۴–۱۵۵؛ حسن الدین احمد، مجلس: سوانحی مضامین کا مجموعہ (حیدرآباد دکن: مصنف، عزیز باغ، نور خان بازار، ۲۰۰۳ء)، ص۵۹۔ ان کے سوانح اور تحقیقی کارگزاریوں کے بارے میں مزید دیکھیے: سید اطہر شیر، *A Study of the Arabic Works of Dr. Azeemuddin Ahmad with Special Reference to the Prophecies in Qur'an* (پٹنہ: انسٹی ٹیوٹ اوف پوسٹ گریجویٹ اسٹڈیز اینڈ ریسرچ اِن عربک اینڈ پرشین لرننگ، ۱۹۸۷ء)؛ محمد سجاد، *Muslim Politics in Bihar: Changing Contours* (نیو دہلی: روٹلج، ۲۰۱۴ء)، ص۱۷۱–۱۷۲۔

۵۱۔ سید نجیب اشرف ندوی (۱۹۰۱ء–۱۹۶۸ء) ندوۃ العلماء کے ایک ممتاز فرزند اور دارالمصنفین کے ابتدائی دور کے ارکان میں سے تھے۔ وہ سید سلیمان ندوی کے ایک قریبی عزیز اور ہم وطن تھے۔ دارالعلوم میں داخل ہوئے، مگر ابتدائی تعلیم کے بعد ہی انگریزی کی طرف چلے گئے۔ خلافت اور عدم تعاون تحریک کے زمانے میں تعلیم ترک کر کے ۱۹۲۰ء میں دارالمصنفین (اعظم گڑھ) آ گئے اور ان تحریکوں میں حصہ لیا۔ بعد ازاں کلکتہ یونی ورسٹی سے فارسی میں ایم اے کیا۔ اسی زمانے میں اورنگ زیب کے رقعات مرتب کیے جو رقعاتِ عالمگیری (جلد اول) کے نام سے شائع ہوئے (مطبوعہ دارالمصنفین، اعظم گڑھ)۔ دارالمصنفین کے قیام کے زمانے میں مجلّہ معارف کی سب ایڈیٹری کے فرائض بھی انجام دیے۔ اس دور کے بہت سے مضامین ان کی یادگار ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں گجرات کالج احمد آباد میں فارسی کے لیکچرر مقرر ہو گئے۔ اگلے سال اسماعیل یوسف کالج بمبئی میں اردو کے استاد ہو گئے۔ ۱۹۵۵ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ناظم مقرر ہوئے۔ اس کے ساتھ انھوں نے انجمن کے رسالے نوائے ادب کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے۔ یہیں پر انھوں نے لغاتِ گجری مرتب کی۔ پروفیسر نجیب اشرف علم و تحقیق کے شیدائی اردو زبان کے سچے

عاشق تھے۔ بمبئی میں اردو زبان و ادب کو ان کی ذات سے بڑا فروغ ہوا۔ نوائے ادب کے ذریعے انھوں نے مصنفین کی ایک جماعت پیدا کی جن میں عبدالرزاق قریشی (۱۹۱۴ء–۱۹۷۷ء) نے بڑی شہرت حاصل کی۔ سید نجیب اشرف ایک ماہر و مشاق مترجم بھی تھے۔ ان کے قلم سے متعدد اہم کتابوں اور رسالوں کے تراجم یادگار ہیں: ۱۔ سوراج؛ ۲۔ ترک موالات دوسرے ممالک میں؛ ۳۔ رہنمائے صحت؛ ۴۔ تاریخ ادب عربی؛ اور ۵۔ برطانوی ہند کا سیاسی نظام وغیرہ۔ احوال و آثار کے لیے دیکھیے: خورشید نعمانی ردولوی، دارالمصنفین کی تاریخ اور علمی خدمات جلد ۱ (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۰۳ء)، ص ۹۱–۹۲، ۳۱۱–۳۱۴؛ ماہر القادری، یادرفتگان جلد ۲، مرتبہ طالب ہاشمی (لاہور: حسنات اکیڈمی، س ن)، ص ۳۵۴–۳۵۵؛ محمد سہیل شفیق (مرتب)، وفیات معارف، ۱۹۱۶ء–۲۰۱۲ء (کراچی: قرطاس، ۲۰۱۳ء)، ص ۲۶۹؛ کلیم صفات اصلاحی، دارالمصنفین کے سو سال (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۱۴ء)، ص ۱۲۲–۱۲۴؛ محمد الیاس اعظمی، مطالعات و معاہدات (اعظم گڑھ: ادبی دائرہ، ۲۰۱۰ء)، ۵۷–۶۲۔

۵۲۔ مولانا غلام رسول مہر کا آبائی وطن پھول پور تھا جو جالندھر شہر سے تقریباً پانچ میل جانب جنوب تھا۔ پھول پور میں ان کی ولادت (۱۸۹۵ء) ہوئی۔ مشن ہائی اسکول جالندھر سے انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ دیکھیے: محمد حمزہ فاروقی (مرتب)، مہر بیتی: مولانا غلام رسول مہر کی خود نوشت سوانح عمری (لاہور: الفیصل، ۲۰۱۰ء)، ص ۶۱–۶۳، ۹۴–۹۸۔

۵۳۔ ٹی ای راونشا (T. E. Ravenshaw): پٹنہ کے کلکٹر اور دوسرے مقدمۂ سازش (پٹنہ ۱۸۶۵ء) کے مجسٹریٹ، جس نے باضابطہ جماعت مجاہدین کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا اور سرکاری نقطۂ نگاہ سے ایک نہایت قیمتی یادداشت (memorandum) (مطبوعہ ضمیمہ، کلکتہ گزٹ، ۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء) حکومت کو بھیجی جس میں بنگال اور بہار میں تحریک اصلاح و جہاد کے تمام مبلغوں اور کارکنوں کی ضلع وار فہرست دی گئی۔ اسی فہرست کے بموجب تقریباً دس سال تک مجاہدین اور ان کے اعوان و انصار تنگ کیے جاتے رہے اور اسی کی وجہ سے بنگال کے کتنے ہی خوشحال خاندان تباہ و برباد ہو گئے۔ اسی راونشا نے اپنی یادداشت میں پہلے پہلے علمائے صادق پور کی غیر منقولہ جائیدادوں کی ضبطی، مکانات کے انہدام اور سرحد پار مقیم افراد نیز دوسرے کارکنوں کے خلاف کارروائی کی سفارش کی تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مولانا مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۱۴۴–۱۴۶۔

۵۴۔ مولوی احمد اللہ (۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء–۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) پٹنہ کے مشہور ذی علم اور ذی وجاہت رئیس مولوی الٰہی بخش صادق پور کے صاحبزادے اور مولانا یحییٰ علی کے برادر تھے۔ دونوں بھائی پٹنہ میں سید احمد کی جماعت مجاہدین کے رکن رکین اور پوری دعوت و تحریک کا مرکز تھے۔ مولانا یحییٰ علی مقدمۂ سازش انبالہ میں ماخوذ ہوئے تھے، جب کہ مولانا احمد اللہ کو دوسرے مقدمۂ سازش (پٹنہ ۱۸۶۵ء) میں انتقامی کارروائی کا نشانہ بنایا گیا۔ پہلے سزائے موت ہوئی جو بعد میں حبس دوام میں بدل گئی۔ چنانچہ وہ انڈمان بھیجے گئے۔ اسی غربت اور جلاوطنی کے عالم میں زندگی کے سولہ برس گذار کر ۷۶ سال کی عمر میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ دیکھیے: ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۱۴۳–۱۴۴؛ مہر، سرگذشت مجاہدین، ص ۳۸۲–۳۸۶، ۴۰۹–۴۱۲۔ مزید دیکھیے: *Selections from the Records of the Government of Bengal, no. 42, Papers Connected with the Trial of Maulvi Ahmadullah of Patna and Others for Conspiracy and Treason* (کلکتہ: علی پور جیل پریس،

۱۸۲۲ء)۔

۵۵۔ ہندوستان میں تحریک مجاہدین، جسے انگریز حکام نے وہابی تحریک سے موسوم کیا تھا، کا سب سے بڑا مرکز عظیم آباد (پٹنہ) تھا۔ چنانچہ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد یہ شہر انگریزی حکومت کے غیظ و غضب اور نفرت و انتقام کا خصوصی ہدف بنا۔ وسیع پیمانے پر مجاہدین اور ان کے حامیوں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ ۱۸۷۱ء میں پٹنہ میں قائم خصوصی عدالت میں ان مجاہدین اور ان کے حامیوں پر انگریزی حکومت کے خلاف سازش و بغاوت کے الزام میں مقدمات قائم کیے گئے اور انھیں انتہائی سخت سزائیں (سزائے موت اور حبس دوام بعبور دریائے شور؛ جزائر انڈمان) سنائی گئیں۔ مقدمۂ سازش پٹنہ کے بارے میں تفصیلات کے لیے دیکھیے: مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص۱۳۱–۱۴۹؛ غلام رسول مہر، سرگذشت مجاہدین، ص۳۵۸–۴۰۵؛ خصوصاً ص۳۹۶–۴۰۵۔ مزید دیکھیے: قیام الدین احمد، ہندوستان میں وہابی تحریک، ص۲۹۰–۲۹۵، ۳۳۰–۳۳۲۔ مزید دیکھیے: پی ہارڈی (P. Hardy)، *The Muslims of British India* (کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۷۲ء)، ص۸۴۔

۵۶۔ اس سے مسعود عالم ندوی کی تصنیف ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک کا پہلا ایڈیشن مراد ہے۔

۵۷۔ مذکورہ اعلام نامہ دراصل ایک طویل مکتوب تھا جو ۹ ذی قعدہ ۱۲۴۲ھ/ ۱۴۹ کتوبر ۱۸۲۶ء کا مرقومہ تھا۔ اس میں، غلام رسول مہر کے بیان کے مطابق، سرحد میں پورے جہاد کی کیفیت تو مذکور نہیں البتہ محرم ۱۲۴۲ھ/ دسمبر ۱۸۲۵ء سے شوال ۱۲۴۲ھ/ اکتوبر ۱۸۲۶ء تک کے حالات قلم بند کر دیے گئے تھے۔ یہ مکتوب سرحد آزاد سے ہندوستان کے مختلف مرکزوں میں پہنچا۔ اس مکتوب کی نقل مسعود عالم ندوی نے کتب خانۂ آصفیہ (حیدر آباد دکن) سے حاصل کی تھی۔ غلام رسول مہر کو اس کی نقل مسعود عالم ندوی سے دستیاب ہوئی۔ مولانا مہر کے نزدیک یہ مکتوب تحریک مجاہدین کی تاریخ کا ایک اہم قلمی ماخذ ہے۔ مسعود عالم اپنی کتاب ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک کی ترتیب و تصنیف میں اس مکتوب سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ البتہ مولانا مہر نے اس سے پورا پورا استفادہ کیا اور اس کے متعدد اقتباسات بھی اپنی تصنیف سرگذشت مجاہدین میں درج کیے۔ دیکھیے: ص۲۲۶–۲۳۰۔

۵۸۔ امام علی اعلام نامہ کے کاتب۔ دیکھیے حاشیہ ۵۔

۵۹۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری (۱۸۳۶ء–۱۹۰۵ء)، انگریزی مظالم کا شکار ہونے والوں میں سے تھے۔ انھیں مقدمۂ سازش انبالہ ۱۸۶۴ء میں سزائے موت سنائی گئی جو بعد ازاں حبس دوم بعبور دریائے شور میں بدل دی گئی۔ وہ ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء میں لارڈ رپن (Lord Ripon) کے حکم سے رہا ہوئے۔ انھوں نے بعد از رہائی اپنی آپ بیتی تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی کے عنوان سے تصنیف کی (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء)۔ اس میں مصنف نے ۱۸۶۴ء کے مشہور مقدمۂ سازش انبالہ کی روداد اور ابتلا و آزمائش جزائر انڈمان (کالے پانی) میں اسارت کی سرگذشت قلم بند کی ہے۔ موصوف نے ایک کتاب سید احمد کے حالات میں سوانح احمدی (تاریخی نام تواریخ عجیبہ) کے نام سے تصنیف کی جو پہلی بار مطبع فاروقی دہلی (س ن) سے چھپی۔ دوسرا ایڈیشن ہلالی سٹیم پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ سے اور تیسرا اسلامیہ سٹیم پریس لاہور سے طبع ہوا۔ محمد جعفر تھانیسری نے دونوں کتابیں ایک خاص پس منظر (انگریزی حکومت کی طرف سے مالدہ، راج محل، انبالہ وغیرہ میں قائم خصوصی عدالتوں میں مجاہدین پر قائم مقدمات، جہاں سے بہت سے مجاہدین کو سزائے موت، اور حبس دوام مع ضبطی جائیداد کی سزائیں سنائی گئی تھیں) میں تصنیف کیں تھیں۔ چنانچہ انھوں نے مصلحت کوشی سے کام

لیتے ہوئے تحریک مجاہدین کا حقیقی ہدف سکھوں کو قرار دیا۔ دیکھیے: مولوی محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیبہ یا سوانح احمدی (پنڈی بہاء الدین، ضلع گجرات: دفتر رسالہ صوفی، س ن)، ص ۲۲-۲۵، ۶۹-۷۱، ۹۲-۱۰۳؛ ایضاً، حیات سید احمد شہید (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۸ء)، ص ۱۶۸-۱۷۱، ۲۵۷-۲۶۱۔ محمد جعفر تھانیسری نے سید احمد بریلوی کے مکاتیب بھی مرتب کیے۔ البتہ مصلحت کوشی سے کام لیتے ہوئے قائد تحریک سید احمد کے مکاتیب کی عبارتوں میں رد و بدل سے کام لیا۔ جن مکاتیب میں غیر ملکی نصاریٰ (انگریزوں) کے خلاف جہادی تحریک کی گئی تھی ان میں تحریف سے کام لیتے ہوئے، لفظ "نصاریٰ" کو "سکھوں" سے بدل دیا۔ دیکھیے: محمد جعفر تھانیسری (مرتب)، مکتوبات سید احمد شہید اور کالا پانی مترجم سخاوت مرزا (کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۹ء)، مکتوب ۱۴، ص ۷۷-۸۵۔ محمد جعفر تھانیسری کے مرتبہ اس مجموعۂ مکاتیب میں تدلیس کا کھوج مکاتیب سید احمد شہید کے خطی نسخے کی اس عکسی اشاعت سے موازنہ کر کے بآسانی لگایا جا سکتا ہے، جو سید احمد شہید اکادمی کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔ بطور مثال دیکھیے: مکاتیب سید احمد شہید (لاہور: مکتبۂ سید احمد شہید، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء)، ورق ۲۴ الف تا ۲۹ الف۔ محمد جعفر تھانیسری کے احوال و آثار نیز تحریک جہاد کے اہداف کے بارے میں ان کے نقطۂ نظر کے ناقدانہ جائزے کے لیے دیکھیے: محمد ایوب قادری، "مقدمہ"، محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیب یعنی کالا پانی (کراچی: سلمان اکیڈمی، ۱۹۶۲ء)، ص ۲۱-۵۴؛ ایضاً، "تعارف: مولوی محمد جعفر تھانیسری مصنف حیات سید احمد شہید و مرتب مکتوبات سید احمد شہید"، محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، ص ۳۰-۴۶؛ نثار احمد فاروقی، "مولوی محمد جعفر تھانیسری: ایک مختصر تعارف"، سہ ماہی احوال و آثار کاندھلہ، جلد ۱، شمارہ ۳ (۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء): ص ۸۰-۸۷؛ معین الدین عقیل، تحریک آزادی میں اردو کا حصہ، ص ۵۲۶۔

۲۰۔ مولانا عبدالرحیم صادق پوری کی تالیف الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور (اردو) مراد ہے۔

۲۱۔ مولانا یحییٰ علی صادق پوری (عظیم آبادی) پٹنہ میں سید احمد بریلوی کی جماعت کے رکن رکین اور وہ ان کی ہجرت کے بعد پوری دعوت و تحریک کا مرکز تھے۔ مقدمہ انبالہ ۱۸۶۴ء میں ماخوذ ہوئے۔ پہلے انگریز حکام کی طرف سے پھانسی کا حکم ہوا، جو بعد میں منسوخ ہوا اور حکم دوام حبس بعبور دریائے شور مع ضبطی جائیداد صادر ہوا۔ جنوری ۱۸۶۶ء میں جزائر انڈمان پہنچے۔ وہیں غریب الوطنی اور بے کسی کی حالت میں ۱۲۸۴ھ/فروری ۱۸۶۸ء کو وفات پائی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم، جلد ۱، ص ۳۰۹، وحاشیہ ۲؛ ایضاً، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص ۵۴ تا ۶۰؛ مہر، سرگذشت مجاہدین، ص ۳۷۴-۳۷۵، ۴۱۲-۴۱۵۔

۲۲۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (حیدر آباد دکن: دار الاشاعت طبع ثانیہ) پر مجلہ ریویو کے لیے دیکھیے: معارف اعظم گڑھ جلد ۵۸، شمارہ ۴ (ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ/اکتوبر ۱۹۴۶ء)۔

۲۳۔ سید ضامن شاہ (بن حسن علی شاہ بن سید احمد بن عارب شاہ بن شاہ زمان بن سید جلال ترمذی) درۂ کاغان کے رئیس و والی تھے۔ انھوں نے ۱۸۳۱ء کے ابتدائی مہینوں میں جب کہ سید صاحب بچلی (مظفر آباد اور مانسہرہ کے درمیان ایک مقام) میں مجاہدین کے ساتھ مقیم تھے، سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور کار و بار جہاد میں جان و مال سے شرکت کا عہد کیا تھا۔ وہ جنگ بالاکوٹ (مئی ۱۸۳۱ء) میں بھی اپنے رفقا کے ساتھ شریک تھے۔ سید صاحب کی شہادت کے بعد بھی مجاہدین کی اعانت و نصرت میں برابر سرگرم رہے۔ ایک زمانے تک ان کا وطن کوئی (کاغان) مجاہدین کا مرکز بنا رہا۔ تفصیل کے

لیے دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، *سیرت سید احمد شہید* جلد۲، ص ۴۰۲، ۴۱۹؛ غلام رسول مہر، *سید احمد شہید*، ص۴۲۳؛ وہی مصنف، *سرگذشت مجاہدین*، ص۲۲۴–۲۲۵۔ سید ضامن شاہ سکھوں کی حکومت کی ابتری کے زمانے میں (جو رنجیت سنگھ کی وفات ۱۸۳۹ء) کے بعد پیدا ہوئی تھی، کاغان کے بعض رئیسوں کے تعاون و اشتراک سے کاغان کی آزادی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ گلاب سنگھ والی کشمیر کے دیوان ابراہیم شاہ کی سرکردگی میں حملہ آور سکھ فوج کو بیلہ کے مقام پر شکست دی۔اسی زمانے میں سید ضامن شاہ نے مولانا ولایت علی کو دعوت بھیجی کہ وہ تشریف لائیں اور اس علاقے میں اسلامی حکومت کے استحکام و استواری کا بندوبست کریں۔مولانا نے اپنے بھائی مولوی عنایت علی کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت عظیم آباد سے روانہ کی (جمادی الاخری۱۲۵۹ھ/ جولائی۱۸۴۳ء)۔مولوی عنایت علی کوائی پہنچے تو سید ضامن شاہ اور ان کے بھائی نوبت شاہ نے مولوی عنایت علی کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔مولوی عنایت علی سادات کاغان اور دوسرے مقامی لوگوں کی نصرت و اعانت سے ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ/دسمبر۱۸۴۵ء میں بالاکوٹ پر قابض ہوئے تو وہیں انھیں باقاعدہ امیر جہاد تسلیم کیا گیا۔ سید ضامن شاہ کاغانی نے بھی ان کی اطاعت قبول کر لی۔ ضامن شاہ نے کاغان میں انگریزی مداخلت کی مخالفت کی۔ اس وجہ سے ایک فوج بھیجی گئی جس نے سادات کاغان کو گرفتار کر کے بھمبر میں نظر بند کر دیا۔ضامن شاہ نے غالباً۱۸۷۱ء میں وفات پائی۔تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد جعفر تھانیسری، *تواریخ عجیبہ*، ص۱۱۷، ۱۳۲؛ غلام رسول مہر، *سرگذشت مجاہدین*، ص۲۲۰–۲۲۴، ۲۳۱–۲۳۳۔

۶۴۔ صوبہ بہار میں ۱۳۶۵ھ/ نومبر۱۹۴۶ء میں ہندو انتہا پسند بلوائیوں کی طرف سے برپا کردہ مسلم کش فسادات کی طرف اشارہ ہے جس میں آٹھ سو مسلمان جن میں مرد، عورتیں اور بچے شامل تھے، شہید ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں بہار میں مسلم کش فسادات کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے: ایس ایم برکے اور سلیم الدین قریشی (S. M. Burke and Salim al-Din Qureshi)، *The British Raj in India: An Historical Review* (کراچی: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء)، ص۴۶۴–۴۶۷؛ چودھری محمد علی، *The Emergence of Pakistan* (لاہور: ریسرچ سوسائٹی اوف پاکستان، ۱۹۸۳ء)، ص۸۵–۸۷، ۲۵۴۔

۶۵۔ ۱۹۴۹ء کے اواخر میں مولانا مسعود عالم ندوی حیدر آباد (سندھ) منتقل ہوگئے اور وہاں تین ماہ تک مقیم رہے۔ حیدر آباد کی آب و ہوا بھی انھیں راس نہ آئی۔ دیکھیے: اختر راہی، *مسعود عالم ندوی*، ص۳۲–۳۳۔

۶۶۔ مولانا مسعود عالم ندوی مارچ ۱۹۵۰ء میں حیدر آباد سے کوجرانوالہ منتقل ہوگئے اور سوا سال تک دارالعروبہ اسی شہر میں قائم رہا۔ مئی ۱۹۵۱ء میں راولپنڈی چلے گئے۔ یہاں وہ اپنے آخری سفر کراچی پر روانگی (یکم مارچ ۱۹۵۴ء) تک مقیم رہے۔ دیکھیے: اختر راہی، *مسعود عالم ندوی*، ص۳۲–۳۴۔

۶۷۔ انیسویں صدی کے ربع ثانی میں جب کہ مسلمانوں کے خلاف سکھوں کی جارحانہ عسکری مہموں کا سلسلہ اپنے عروج پر تھا، مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کے سکھوں سے وفادارانہ روابط استوار تھے۔ دیکھیے: عبداللہ خاں اختر، ”قبول اسلام کی ایمان پرور سرگذشت“، مرتب محمد متین خالد *قادیانیت سے اسلام تک* (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۹ء)، ص۲۲۹–۲۳۱۔ تاہم یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد اور ان کے خاندان نے علانیہ طور پر برطانوی حکومت کی وفادارانہ اطاعت و انقیاد کا شیوہ اختیار کیا، جس کا اظہار خود مرزا غلام احمد نے تواتر و تسلسل سے اپنی متعدد تحریروں میں کیا ہے۔ برطانوی حکومت کی وفادارانہ اطاعت کی تلقین اور اس کے خلاف جہاد کا رد و ابطال، ان کی تحریروں کا ایک لازمی جز

بن کر رہ گیا۔ دیکھیے: مرزا غلام احمد، گورنمنٹ انگریزی اور جہاد (قادیان: مطبع ضیاء الاسلام، ۱۹۰۰ء)۔ مزید دیکھیے: محمد ایوب قادری، "جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کی چند نادر دستاویزیں" ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور (اکتوبر ۱۹۷۳ء): ص ۱۴۳–۱۴۹۔ ماخوذ جہاد اور برطانوی حکومت کی وفادارانہ اطاعت شعاری سے متعلق مرزا غلام احمد کی اپنی تحریروں سے منتخبہ بیانات کے لیے دیکھیے: عبداللہ خاں اختر، "قبولِ اسلام کی ایمان پرور سرگذشت" ص ۲۳۱–۲۴۲؛ محمد متین خالد، قادیانیت: اسلام کے نام پر دھوکہ (لاہور: مکتبۂ سراجیہ، ۲۰۱۵ء)، ص ۵۳۶–۵۳۸، ۵۴۶–۵۴۹۔

مآخذ

احمد، حسن الدین۔ مجالس: سوانحی مضامین کا مجموعہ۔ حیدر آباد دکن: مصنف، عزیز باغ، نور خاں بازار، ۲۰۰۳ء۔

احمد، قیام الدین۔ مترجم محمد مسلم عظیم آبادی۔ ہندوستان میں وہابی تحریک۔ کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۶ء۔

______۔ The Wahabi Movement in India۔ نئی دہلی: منوہر پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء۔

احمد، مرزا غلام۔ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ قادیان: مطبع ضیاء الاسلام، ۱۹۰۰ء۔

اختر، سفیر۔ "برصغیر کی تحریکِ اصلاح و جہاد: سید ابوالحسن علی ندوی کی علمی و تصنیفی کاوشوں کا ایک موضوع"۔ مرتبہ سفیر اختر۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: حیات و افکار کے چند پہلو۔ اسلام آباد: ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۳۱–۱۳۴۔

اختر، عبداللہ خاں۔ "قبولِ اسلام کی ایمان پرور سرگذشت"۔ مرتب محمد متین خالد۔ قادیانیت سے اسلام تک۔ لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص ۲۲۹–۲۳۱۔

اصلاحی، کلیم صفات۔ دار المصنفین کے سو سال۔ اعظم گڑھ: دار المصنفین، ۲۰۱۴ء۔

اعظمی، محمد الیاس۔ مطالعات و مشاہدات۔ اعظم گڑھ: ادبی دائرہ، ۲۰۱۰ء۔

اکرام، شیخ محمد۔ موجِ کوثر۔ لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۷ء۔

______۔ رودِ کوثر۔ لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۶ء۔

بدخشی، شیخ محمد امین۔ مترجم صاحبزادہ معین نظامی۔ مناقب الحضرات: تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ۔ گلہار، ضلع کوٹلی، آزاد کشمیر: خانقاہ نقشبندیہ، ۲۰۰۲ء۔

برکے، ایس ایم اور قریشی، سلیم الدین (S. M. Burke and Salim al-Din Qureshi)۔ The British Raj in India: An Historical Review۔ کراچی: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء۔

بہاری، فضل حسین۔ الحیاۃ والمماۃ۔ مانگر بل، ضلع شیخوپورہ: المکتبۃ الاثریہ، ۱۹۸۴ء۔

تھانیسری، مولوی محمد جعفر۔ تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی۔ پنڈی بہاء الدین، ضلع گجرات: رسالہ صوفی، س ن۔

______۔ حیاتِ سید احمد شہید۔ کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۸ء۔

______۔ مکتوباتِ سید احمد شہید اور کالا پانی۔ مترجم سخاوت مرزا۔ کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۹ء۔

الحامدی، خلیل احمد۔ "مولانا مسعود عالم ندوی کے مختصر حالاتِ زندگی"۔ مؤلف مولانا مسعود عالم ندوی۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک۔ لاہور: ادارۂ معارفِ اسلامی، ۱۹۹۳ء، ص ۷–۱۲۔

الحسنی، سید محمد۔ تذکرۂ شاہ علم اللہ۔ لکھنؤ: ندوۃ العلماء، س ن۔

حسین، غلام۔ تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور۔ لاہور: جدید اردو ٹائپ پریس، ۱۹۶۲ء۔

خالد محمد متین۔ قادیانیت: اسلام کے نام پر دھوکہ۔ لاہور: مکتبہ سراجیہ، ۲۰۱۵ء۔

خان، معین الدین احمد (مرتب)۔ *Selections from Bengal Government Records on Wahabi Trials (1863–1870)*۔ ڈھاکہ: ایشیاٹک سوسائٹی اوف پاکستان، ۱۹۶۱ء۔

رام، مالک۔ خطوطِ مولانا ابوالکلام آزاد۔ لاہور: الفیصل، ۱۹۹۹ء۔

راہی، اختر۔ مسعود عالم ندوی: سوانح و مکتوبات۔ گجرات: مکتبہ ظفر ناشر قرآنی قطعات، ۱۹۷۵ء۔

ردولوی، خورشید نعمانی۔ دارالمصنفین کی تاریخ اور علمی خدمات۔ جلد ۱۔ اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۰۳ء۔

رونیشا، ٹی ای (T. E. Ravenshaw)۔ *Selections from the Records of the Government of Bengal, no. 42, Papers Connected with the Trial of Maulvi Ahmadullah of Patna and Others for Conspiracy and Treason*۔ کلکتہ: بنگال پورنیل پریس، ۱۸۶۶ء۔

ستھانوی، سید عبدالجبار شاہ۔ کتاب العبرۃ صوبہ سرحد کی چار سو سالہ تاریخ، ۱۵۰۰ تا ۱۹۰۰ء۔ اسلام آباد: یوسب اکادمی، ۲۰۱۱ء۔

سجاد، محمد۔ *Muslim Politics in Bihar: Changing Contours*۔ نیو دہلی: روٹلج، ۲۰۱۴ء۔

شفیق، محمد سہیل (مرتب)۔ وفیاتِ معارف، ۱۹۱۶ء–۲۰۱۲ء۔ کراچی: قرطاس، ۲۰۱۳ء۔

شیر، سید اطہر۔ *A Study of the Arabic Works of Dr. Azeemuddin Ahmad with Special Reference to the Prophecies in Qur'an*۔ پٹنہ: انسٹی ٹیوٹ اوف پوسٹ گریجویٹ اسٹڈیز اینڈ ریسرچ ان عربک اینڈ پرشین لرننگ، ۱۹۸۷ء۔

صابر، شفیع۔ تذکرۂ سرفروشانِ سرحد۔ پشاور: یونی ورسٹی بک ایجنسی، س ن۔

عبدالحی۔ نزہۃ الخواطر۔ جلد ۵۔ حیدرآباد دکن: مطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء۔

عظیم آبادی، مولوی عبدالرحیم زبیری الہاشمی۔ الدرالمنثور فی تراجم اہل صادق پور معروف بہ تذکرۂ صادقہ۔ پٹنہ: دی آزاد پریس، ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء۔

عقیل، معین الدین۔ تحریک آزادی میں اردو کا حصہ۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء۔

فاروقی، محمد حمزہ (مرتب)۔ مہر بیتی: مولانا غلام رسول مہر کی خود نوشت سوانح عمری۔ لاہور: الفیصل، ۲۰۱۰ء۔

قادری، محمد ایوب۔ "جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کی چند نادر دستاویزیں"۔ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور (اکتوبر ۱۹۷۳ء): ص ۱۴۳–۱۴۹۔

قادری، محمد رضاء الحسن (مرتب)۔ رسائل مولانا خیرالدین دہلوی۔ لاہور: ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء۔

القادری، ماہر۔ مرتب طالب ہاشمی۔ یادِ رفتگاں۔ جلد ۲۔ لاہور: حسنات اکیڈمی، س ن۔

کاظمی، حضور امام (مرتب)۔ نقوشِ مہر: مجموعۂ مکاتیب مولانا غلام رسول مہر بنام سید غلام حسن شاہ کاظمی۔ لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۰ء۔

لاہوری، محمد علی۔ "حضرت عائشہؓ کی عمر"۔ معارف اعظم گڑھ، جلد۲۳، شمارہ ۱ (جنوری ۱۹۲۹ء/رجب المرجب ۱۳۴۷ھ)۔

مبارک محمد۔ حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی۔ کراچی: اہل حدیث ٹرسٹ، س ن۔

مجددی، محمد اقبال۔ تذکرۂ علماء و مشائخ پاکستان و ہند۔ جلد ۱۔ لاہور: پروگریسو بکس، ۲۰۱۳ء۔

محمد علی، چوہدری۔ *The Emergence of Pakistan*۔ لاہور: ریسرچ سوسائٹی اوف پاکستان، ۱۹۸۳ء۔

معین الحق، سید۔ *Ideological Basis of Pakistan*۔ کراچی: پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، ۱۹۸۲ء۔

ملیح آبادی، عبدالرزاق (مرتب)۔ ابوالکلام آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی۔ لاہور: مکتبۂ جمال، ۲۰۱۰ء۔

مہر، مولانا غلام رسول۔ سرگذشت مجاہدین۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن۔

__________۔ مرتب محمد عالم مختار حق۔ مولانا ابوالکلام آزاد، ایک نادرِ روزگار شخصیت۔ لاہور: مہر سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

__________۔ سید احمد شہید۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن۔

ندوی، سید ابوالحسن علی۔ سیرت سید احمد شہید۔ جلد ۱۔ کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۷۵ء۔

__________۔ حیات عبدالحی۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن۔

__________۔ تاریخ دعوت و عزیمت۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن۔

__________۔ کاروانِ ایمان و عزیمت۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن۔

__________۔ کاروانِ زندگی۔ جلد ۱۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن۔

ندوی، سید سلیمان۔ "رد شبہات (حضرت عائشہؓ کی عمر)"۔ معارف جلد ۲۳، شمارہ ۱ (جنوری ۱۹۲۹ء/رجب المرجب ۱۳۴۷ھ)۔

ندوی، سید محمد حمزہ حسنی (مرتب)۔ مکتوبات مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ جلد ۱۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۳ء۔

ہارڈی، پی (P. Hardy)۔ *The Muslims of British India*۔ کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۷۲ء۔

ہنٹر، ڈبلیو ڈبلیو (W. W. Hunter)۔ مترجم صادق حسین۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان۔ لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۴۶ء۔

__________۔ "The Indian Conspiracy of 1864"۔ کلکتہ ریویو، (۱۸۶۴ء): ۴۰–۷۹۔

وقائع احمدی۔ ۲ جلدیں۔ لاہور: سید احمد شہید اکیڈمی، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء۔